بیشک سچے ہیں اور اُسی وقت آپکے حضور میں حاضر ہوکر سارا ماجرا حضور سے سُنا اور بے
تامل تصدیق کی چنانچہ حاکم نے روایت کی ہے کہ اسی جہت سے اُنکا لقب صدیق ہوا
اور بعضے ضعیف الایمان لوگ اس خبر کو سنکر مرتد ہو گئے اور کافروں نے کہا کہ آسمانوں کا
حال تو ہمیں معلوم نہیں. مگر بیت المقدس کو ہم نے دیکھا ہے اور یہ بھی ہم خوب جانتے ہیں
کہ تم وہاں کبھی نہیں گئے ہو بھلا بیت المقدس کا نقشہ اور وہاں کے مکانات کی کیفیت
اور صورت تو بیان کرو چونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیت المقدس کو رات
کے وقت دیکھا تھا اور نقشہ اُس کا محفوظ نہ تھا اس وجہ سے آپکو نقشہ بتانے میں تامل
ہوا تو خدائے تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے بیت المقدس کو آپکے سامنے کر دیا اور
آپنے بخوبی اُس کا نقشہ بیان فرمایا کفار یہ ماجرا سنکر لاجواب ہو گئے اور آپنے ضمن بیان
میں اُس قافلے کا جو شام کی طرف تجارت کو گیا ہوا تھا ذکر فرمایا کہ وہ لوگ پھرے ہیں اور
بدھ کے دن مکے میں داخل ہونگے اُس دن وہ قافلہ شام تک پہنچا مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے
حبیب کے سچا کرنے کے واسطے دن کو اتنا بڑھا دیا کہ اُسی دن کی شام کے وقت
وہ قافلہ مکے میں داخل ہو گیا حدیث میں آیا ہے کہ آپنے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سے پوچھا کہ تم کونسا نیک عمل کرتے ہو کہ میں نے جنت میں تمہاری نعلین کی آواز سنی
یعنی مجھے ایسا معلوم ہوا کہ تم آگے آگے جاتے ہو بلالؓ نے عرض کیا کہ مجھسے ایسا کونسا
کام ہو سکتا ہے. البتہ میری یہ عادت ہے کہ جب میں بے وضو ہو جاتا ہوں تو فوراً وضو
کر لیتا ہوں اور دو رکعتیں خواہ زیادہ نماز نفل پڑھ لیتا ہوں آپنے فرمایا کہ یہی وجہ ہے
روایت ہے کہ آپنے فرمایا میں نے جنت میں ایک محل کے نیچے نہر کے کنارے
ایک حور کو وضو کرتے دیکھا اور معلوم ہوا کہ وہ حور عمرؓ کے واسطے ہے تو اے عمرؓ میں
نے تیری غیرت کا خیال کرکے اُس کی طرف سے مُنہ پھیر لیا عمر فاروقؓ رونے لگے اور عرض
کیا اَعَلَیْکَ اَغَارُ یَارَسُوْلَ اللّٰہ کیا میں آپ سے غیرت کرونگا یا رسول اللہ حدیث

میں آیا ہے کہ میں نے دوزخ میں ایک بڑھیا دیکھی کہ اُس پر عذاب ہو رہا ہے اور ایک بلی اُس کو نوچتی ہے معلوم ہوا کہ اس عورت نے ایک بلی کو باندھ رکھا تھا اور کھانے پینے کو کچھ نہیں دیتی تھی اور نہ چھوڑتی تھی کہ وہ شکار کر کے اپنا پیٹ بھرے حدیث میں آیا ہے کہ میں نے دوزخ میں عمرو بن لحی کو جو اگلے زمانے میں ایک کافر تھا عذاب سخت میں مبتلا دیکھا اور معلوم ہوا کہ دنیا میں سانڈ چھوڑنے کا طریقہ یعنی بتوں کے نام پر جانور جو زندہ چھوڑنا اور کسی کا تعرض اُن سے نہ کر سکنا گو کیسا ہی کسی کا وہ نقصان کریں اسی نے ایجاد کیا ہے حدیث میں آیا ہے کہ ایک شخص کو عذاب الیم میں مبتلا دیکھا اور معلوم ہوا کہ یہ ایک کافر اگلے زمانے میں تھا جو اپنے پاس ایک چھڑی رکھتا تھا اور جس کا سر ٹیڑھا تھا اور حاجیوں کے اسباب کو اُس سے کھینچ لیتا تھا۔ اگر کوئی دیکھ لیتا تو کہتا کہ میری چھڑی میں اٹک گیا تھا اور اگر کسی نے نہ دیکھا تو چرا لے جاتا تھا۔

یارب صل وسلم دائما ابدا علی نبیک خیر الخلق کلہم

ہجرت کا بیان

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرب کے اُن قبیلوں کو جو حج کے موسم میں آتے تھے اسلام کی طرف ہدایت فرماتے اور اپنی رفاقت کے لیے بلاتے تھے۔ یہ سعادت اہل مدینہ کی قسمت میں تھی کہ نبوت کے گیارہویں برس کچھ لوگ قوم انصار کے جن کا لقب بعد شرف اسلام انصار ہوا آئے تھے آپ نے اسلام کی دعوت دی اُن لوگوں نے مدینے کے یہودیوں سے سنا تھا کہ عنقریب ایک پیغمبر پیدا ہونگے اور ہم اُن کے ساتھ ہو کر تمہیں قتل کرینگے تو وہ ڈرے کہ ایسا نہ ہو کہ یہود ہم سے پہلے اُن سے جا ملیں سنتے ہی چھ آدمی اُن میں سے مشرف با اسلام ہوے اور اقرار کیا کہ اگلے سال پھر ہم آئیں گے اور مدینے میں جا کر حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کیا اور گھر گھر آپ کا چرچا ہوا نبوت کے بارہویں سال

بارہ آدمی حضور میں حاضر ہوئے پانچ تو انھیں چھ آدمیوں میں سے جو سال گزشتہ میں اسلام لا چکے تھے اور سات آدمی نئے تھے جنھوں نے احکام اسلام پر بیعت کی اور آپ نے اُن کی درخواست کے موافق مُصعب بن عمیر کو تعلیم قرآن مجید اور شرائع اسلام کے واسطے مدینے بھیجدیا اور مصعب بن عمیر نے تعلیم قرآن شریف اور دعوت اسلام کو شائع کیا اور بہت سے کفار مسلمان ہوئے۔ نبوت کے تیرہویں برس ستّر آدمی شرفاے انصار سے آکر اسلام سے مشرف ہوئے اور عہد کیا کہ جب آپ مدینے میں تشریف لائیں گے ہم جاں نثاری اور خدمت گزاری میں کوتاہی نہ کریں گے اور جو حریف مدینہ پر چڑھائی کریگا اُس سے لڑیں گے۔ یہ دونوں بیعتیں بیعت عقبۂ اولیٰ اور بیعت عقبۂ ثانیہ کہلاتی ہیں اس لیے کہ عقبہ کے معنی گھاٹی کے ہیں چونکہ ایک پہاڑ کی گھاٹی پر یہ بیعتیں ہوئی تھیں اس وجہ سے ان کا نام بیعت عقبہ مشہور ہوا۔ پہلی بیعت بیعت عقبۂ اولیٰ اور دوسری بیعت بیعت عقبۂ ثانیہ۔ پھر بعد بیعت عقبۂ ثانیہ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کو مدینے کی طرف ہجرت کی اجازت دی اور اصحاب نے خفیہ روانہ ہونا شروع کیا مگر عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ شمشیر حمائل کرکے مسلح خانۂ کعبہ میں آئے اور طواف کرکے جماعت کفار سے باواز بلند خطاب کرکے کہا کہ خراب ہوں وہ لوگ جو تجھ کو پوجیں اور کہا کہ جسے اپنی عورت کو بیوہ اور اپنی اولاد کو یتیم کرنا ہو وہ اس وقت میرے سامنے آئے۔ کسی کو قریش میں سے مجال نہ ہوئی کہ اُن سے آنکھ ملائے اور کان ہلائے جب عمر بن الخطاب نے دیکھا کہ کوئی مقابلہ کو نہیں آتا تو مدینے کو روانہ ہوے الغرض اکثر اطلۂ اصحاب ہجرت کر گئے اور حضرت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے سوا بڑے صحابیوں میں سے کوئی باقی نہیں رہا حضرت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ سے دریافت کیا کہ مجھے کیا حکم ہے آپ نے انکو بشارت دی کہ تم کو میری رفاقت میں چلنا ہوگا حضرت صدیق اکبر یہ مژدہ سنکر بہت خوش ہوے

نقل ہے کہ ایک دن ابوجہل وغیرہ سرداران کفار قریش نے دارالندوہ میں کہ خانۂ کعبہ کے متصل ایک مکان تھا اور قریش صلاح اور مشورے کے لیے وہاں جمع ہوا کرتے تھے یکجا ہوکر چاہا کہ حضرتؐ کے باب میں کوئی ایسی راے قرار دیں کہ اسلام کی بنیاد مٹ جاے۔ ابلیس لعین ایک پیرمرد کی صورت میں وہاں آیا اور کہا کہ میں نجد کا رہنے والا ہوں اور جس امر میں تم مشورہ کرنا چاہتے ہو وہ مجھ کو معلوم ہے میں ایک تجربہ کار آدمی ہوں تمھارے مطلب کے موافق نیک صلاح دونگا۔ کفار یہ بات سنکر خوش ہوے اور مشورہ کرنے لگے کہ محمدؐ نے بہت تنگ کیا ہے ہم کو کافر اور دوزخ کو ہمارا گھر بتاتے ہیں اور ہمارے معبودوں کو برا کہتے ہیں اور ہماری جماعتوں میں تفرقہ ڈالدیا ہے کچھ بعید نہیں کہ اپنی جماعت بڑھا کر ہم سے لڑیں ایسی تدبیر کرنا چاہیے کہ یہ فساد مٹے۔ ایک شخص نے یہ راے دی کہ آپ کو ایک کوٹھری میں قید کرو کہ کوئی ملنے نہ پاے اور یہ فتنہ اُن کی سحر بیانی سے بڑھنے نہ پاے لوگ نہ اُن کی باتیں سُنیں گے نہ فریفتہ ہونگے۔ شیخ نجدی نے کہا کہ یہ راے ٹھیک نہیں ہے اس لیے کہ بنی ہاشم اور سب اُن کے جاں نثار مزاحم ہونگے اور قتال و جدال کی نوبت آجائے گی۔ دوسرے شخص نے کہا کہ اِن کو یہاں سے نکال دو یہاں نہ ہونگے تو ہم ان کے شر سے محفوظ رہیں گے۔ شیخ نجدی نے کہا کہ یہ راے اُس راے سے بھی بُری ہے اس لیے کہ اُن کی دلفریب باتیں تم سب کو معلوم ہیں جہاں جائیں گے وہاں لوگوں کو فریفتہ اور مسخر کرکے زور بڑھائیں گے اور تم سب پر آفت لائیں گے۔ آخر میں ابوجہل نے یہ راے ظاہر کی کہ قریش کے سب قبیلوں سے ایک ایک مضبوط آدمی انتخاب کیا جاے اور سب جمع ہوکر مکان کو گھیر لو اور اُن کو قتل کر ڈالو بنی ہاشم اتنی قوت نہیں رکھتے کہ سارے قبائل قریش سے مقابلہ کریں ناچار خون بہا لینے پر راضی ہو جائیں گے اور ہم سب ملکر خون بہا بے تکلف ادا کردیں گے اِس صورت سے بالکل فساد کی جڑ کٹ جائیگی۔ ابلیس پُر تلبیس نے اس راے کو نہایت پسند کیا اور اسی بات پر مشورہ ختم ہوا۔ اللہ جلشانہٗ

نے اس سارے مشورے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آگاہ فرما دیا اور اس آیت شریف میں وَاِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْکَ اَوْ یَقْتُلُوْکَ اَوْ یُخْرِجُوْکَ وَ یَمْکُرُوْنَ وَیَمْکُرُ اللّٰہُ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمٰکِرِیْنَ اسی بات کا ذکر ہے پھر آپکو حکم ہوا کہ تم مدینے کو ہجرت کر جاؤ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوپہر کو صدیق اکبرؓ کے گھر تشریف لے گئے اور تنہائی میں حال بیان کر کے فرمایا کہ تم ہمارے رفیق ہو حضرت صدیق اکبر نے عرض کیا کہ میں نے دو اونٹنیاں اسی سفر کے لیے خرید کر رکھی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ایک کی قیمت مجھ سے لے لو۔ صدیق اکبرؓ نے کہا کہ بلا قیمت حضور کے نذر ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ تو بقیمت ہی لینا مناسب ہے صدیق اکبرؓ نے جب حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اصرار دیکھا تو التماس کیا کہ جو آپکی مرضی ہو مجھے قبول ہے۔ اس جگہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت تو صدیق اکبرؓ کے مال کو اپنا مال جان کر خرچ فرمایا کرتے تھے اس اونٹنی کی قیمت دینے میں کیوں اصرار ہوا۔ محدثین نے یہ لکھا ہے کہ آپ نے چاہا کہ اس عبادتِ عظمیٰ میں خاص اپنی ہی ذات کا مال خرچ ہو۔ الغرض رات کو آپ اپنے گھر میں تھے کہ کافروں نے آکر دروازے پر یورش کی اور مکان کو گھیر لیا آپنے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنے بستر پر لٹا دیا۔ اور اپنی چادر اُن کو اڑھا دی اور اُن سے فرمایا کہ تم اطمینان رکھو کافر تم کو ضرر نہ پہنچا سکیں گے اور حضرت کے پاس جو امانتیں لوگوں کی تھیں سب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو سپرد فرمائیں کہ ان کے مالکوں کو پہنچا کے مدینے میں ہم سے آملنا پھر آپ دروازہ سے نکلے اور سورہ یٰسین کو فَاَغْشَیْنٰھُمْ فَھُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ تک پڑھا اور ایک مٹھی خاک کافروں پر پھینک دی کہ وہ ہر کافر کے منہ اور آنکھوں میں اور سر پر پہنچی اور آپ صاف نکل گئے اور کسی کو نظر نہ آئے وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی سے یہی مراد ہے تھوڑی دیر کے بعد شیطان بصورتِ انسان وہاں آیا اور لوگوں سے کہا کہ محمدؐ تمہاری آنکھوں میں اور چہروں پر خاک ڈالکر چلے گئے اب تم کیوں کھڑے ہو۔ تب ہر ایک نے اپنے چہرے اور سر پر ہاتھ پھیرا تو واقع میں خاک کا اثر پایا فائدہ کتابوں

میں لکھا ہی کہ جو کافر وہاں جمع تھے اور خاک اُن پر پہنچی سب حالتِ کفر میں جنگ بدر کے
دن قتل ہوئے۔ البتہ ایک حکیم بن حزام اسلام سے مشرف ہوکر جنگ بدر میں قتل سے
بچے اور اُن کی عمر ایک سو بیس برس کی ہوئی ساٹھ برس حالت کفر میں گزرے اور ساٹھ برس
حالت اسلام میں زندہ رہے۔ الغرض جب کافر مایوس ہوئے تو دروازوں کی درزوں سے
جھانکا اور اس شبہہ سے کہ شاید حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں مکان کے اندر گئے۔
حضرت علی مرتضیٰؓ پانوں کی آہٹ سنکر اُٹھ کھڑے ہوئے کافروں نے پوچھا کہ محمدؐ کہاں
ہیں اُنھوں نے کہا کہ مجھے نہیں معلوم پھر کافر حضرت علی مرتضیٰؓ سے کچھ متعرض نہ ہوئے اور حضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلاش میں دوڑے۔ حضرتؐ اپنے گھر سے نکلکر ابی بکر صدیقؓ کے
گھر آئے اور کھڑکی سے نکلکر روانہ ہوئے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ وہاں سے سوار ہو کر
غارِ ثور تک پہنچے جب غار کے قریب پہنچے تو صدیق اکبرؓ نے کہا کہ آپ باہر ٹھہریں میں اندر جا کر
غار کو صاف کر لوں اس لیے کہ پہاڑوں کے غار حشرات الارض سے خالی نہیں ہوتے یہ
کہکر صدیق اکبرؓ غار میں گئے اور اپنی چادر کو پھاڑ کر وہاں کے سوراخ بند کیے ایک سوراخ
رہ گیا تو اس میں اپنے پاؤں کی ایڑی لگا دی اور حضرت کو غار میں بُلایا آپ اندر تشریف لیگئے
اور ابی بکر صدیقؓ کے زانو پر سر رکھکر آرام فرمایا۔ اس اثنا میں ایک سانپ نے صدیق
اکبرؓ کے پاؤں میں کاٹا اور ہر چند ان کو صدمہ ہوا مگر اس خیال سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کی نیند میں خلل نہ پڑے جنبش نہ کی البتہ شدت تکلیف سے آنسو نہ رُک سکے اور
حضرتؐ کے رخسارِ مبارک پر ٹپک پڑے حضرتؐ کی آنکھ کھل گئی اور آنسو بہنے کا سبب پوچھا
تو صدیق اکبرؓ نے عرض کیا کہ مجھے سانپ نے کاٹا ہے آپ نے لعابِ دہن لگا دیا فوراً
وہ تکلیف جاتی رہی اور وہ زخم اچھا ہو گیا۔ آپ کے غار میں داخل ہونے کے بعد مکڑی نے غار
کے منہ پر جالا لگایا اور ایک کبوتر کے جوڑے نے آکر انڈے دیے اور سینا شروع کیا صبح کو
جو کفار تلاش کرتے ہوئے غار تک پہنچے وہ اتنے قریب کھڑے ہوئے کہ صدیق اکبرؓ کو

اُن کے پاؤں نظر پڑے۔ اُن کو حضرت کے لیے اندیشہ ضرر سے سخت تشویش ہوئی اور عرض کیا کہ یا حضرت اگر یہ لوگ اپنے پاؤں کی طرف دیکھیں تو بیشک ہم کو دیکھ لیں گے آپ نے فرمایا لاتحزن ان اللہ معنا یعنی رنج نہ کر بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے اور ایسا ہی ہوا کہ کفار نے مکڑی کے جالے اور کبوتر کے جوڑے کو انڈوں پر بیٹھا دیکھکر کہا کہ اگر کوئی اس غار کے اندر گیا ہوتا تو مکڑی کا جالا ٹوٹ جاتا اور وحشی جنگلی کبوتر اُڑ گئے ہوتے بعضوں نے کہا کہ یہ جالا تو ہم نے محمد کی پیدائش کے قبل یوں ہی دیکھا تھا یہ سوچ سمجھکر کفار وہاں سے پلٹ گئے اللہ تعالی نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کے واسطے تارِ عنکبوت اور وحشی کبوتروں سے وہ کام لیا جو سیکڑوں زرہ پوشوں سے نہ نکلتا فائدہ اللہ جلشانہٗ نے حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہما کو بڑی فضیلت عنایت فرمائی حضرت علی کو تو یہ بزرگی دی کہ وہ ایسے محلِ خطر میں آپکی جگہ لیٹے رہے اور جان نثاری کی داد دی بعضے علمانے لکھا ہے کہ آیت وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللهِ وَاللهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ اور بعضے آدمی بیچتے ہیں اپنی جان خدا کی رضا جوئی میں اور اللہ بڑا مہربان ہے بندوں پر اسی قصے کی طرف اشارہ کرتی ہے! اور حضرت صدیق اکبرؓ کی فضیلت تو ظاہر ہے کہ سارے سفر ہجرت میں حق خدمت گزاری وجان نثاری خوب ہی بجالائے اور آیت وَاِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللهَ مَعَنَا بالاتفاق ابی بکر صدیقؓ ہی کی شان میں نازل ہے! اللہ تعالی نے صراحتاً حضرت صدیق اکبرؓ کو صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا اور اپنے حبیب کی زبان سے معیت خاص الٰہی کی بشارت دی فائدہ مشکوٰۃ المصابیح میں ہے کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر ابی بکر صدیقؓ میری ساری عمر کی عبادت لے لیں اور ایک دن اور ایک رات کے اپنے اعمال مجھ کو دیدیں تو میں نہایت رضامندی سے قبول کروں۔ رات سے مراد ہجرت کی وہ رات تھی جو غار ثور میں گزری جس میں رفاقت وجاں نثاری حدِ کمال کو پہنچ گئی کہ سانپ نے کاٹا اور اُف مان پر

نہ لائے اور دن سے مراد وہ دن تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد
بہت سے لوگ مرتد ہو گئے اور بہت سے آدمیوں نے زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کیا اور
حضرت صدیق اکبرؓ نے نہایت کوشش اور جاں فشانی سے از سر نو دین اسلام کو قائم کیا اس
روایت سے کمال قبولیت عمل ابی بکر صدیقؓ کی جو شب ہجرت اُن سے ظہور میں آئی
معلوم ہوئی۔ القصہ تین دن تک حضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم غار ثور میں رہے۔ عامر بن
فہیرہ بوکر صدیق اکبرؓ کے آزاد کیے ہوئے غلام تھے اُس غار کے متصل بکریاں چراتے اور
دودھ اُن بکریوں کا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صدیق اکبرؓ کو پلا جاتے تھے اور عبد اللہ
ابی بکر صدیقؓ کے بیٹے کہ بڑے جوان صالح تھے دن کو مکے میں قریش کی مجلسوں میں شریک
ہو کر خبریں دریافت کر کے رات کو غار ثور میں حاضر ہو کر حضور میں اُن کی صلاحیں اور مشورے
عرض کر جاتے تھے اور پھر صبح کو مکے میں پہنچ جاتے تھے اس طرح کہ اہل مکہ اُن کے مکے سے
جانے پر آگاہ نہ ہوتے تھے تین دن کے بعد آپ اور ابی بکر صدیقؓ اور عامر بن فہیرہ
اونٹنیوں پر سوار ہو کر ساحل کی راہ سے روانہ ہوئے اور عبد اللہ بن اریقط دئلی کو کہ
راہ سے خوب واقف تھے اجرت پر مقرر کر کے رہبری کے واسطے اپنے ساتھ لیا اور
اونٹنیاں بھی انہیں کے سپرد تھیں وہ اپنے وعدہ کے موافق روز مقررہ پر غار کے دروازے پر
حاضر ہوئے۔ کفار مکہ نے یہ اشتہار دیا تھا کہ جو کوئی محمدؐ کو گرفتار کر لائے یا قتل کرے اسکو ہم
سو اونٹ انعام دیں گے اور صدیق اکبرؓ کی نسبت بھی یہی انعام تھا اور جو دونوں کو پکڑ لائے
یا قتل کرے تو اُس کو دو سو اونٹوں کے انعام کی طمع دی تھی جب صبح کو غار سے نکلکر
حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ایک اونٹنی پر اور عامر بن فہیرہ
اور ابن اریقط دوسری اونٹنی پر سوار ہو کے چلے اور ایک دن اور ایک رات اور دوسرے
دن صبح سے دوپہر تک گرم سفر رہے اور دھوپ میں بہت گرمی ہوئی تو صدیق اکبرؓ نے
حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قیلولے یعنی دوپہر کو آرام کے واسطے جگہ تلاش کی

تو ایک بڑے درخت کا سایہ پا کے اُس جگہ کو صاف کر کے اپنا پوستین وہاں بچھا دیا اور التجا کر کے حضرت کو وہاں سُلا دیا اور خود کھانا لانے کی فکر میں نکلے تو دیکھا کہ ایک چرواہا بھی دوپہر کی گرمی سے گھبرا کر ایک طرف اُسی درخت کے سائے میں آرام لینے آیا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اُس سے کہا تو ہم کو دودھ دُوہ دے گا اُس نے اقرار کیا اور دودھ دُوہ دیا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنے پاس جو برتن سرد پانی کا تھا اُس میں سے سرد پانی شریک کر کے حضرت کے پاس کہ بیدار ہو چکے تھے لائے اور حضرت نے نوش جان فرمایا اور پوچھا کہ اٰنَ الرَّحِیْلُ کیا کوچ کا وقت آگیا پھر وہاں سے سوار ہو کر چلے اور ایک دن راہ میں مع رفقا اُم معبد کے خیمے پر پہنچے ام معبد ایک بوڑھی عورت شرفائے عرب میں سے بڑی مسافر نواز تھی اور اُس کا خیمہ مدینے کی راہ میں تھا جو اِدھر سے ہو کر گزرتا وہ اُس کی دعوت کیا کرتی حضرت جب وہاں پہنچے تو اُس سے گوشت اور چھوارے بقیمت طلب فرمائے اُن دنوں وہ نہایت نادار تھی اُس نے عذر کیا کہ اگر میرے پاس کچھ بھی ہوتا تو میں آپ کی مہمانداری ضرور کرتی جب کوئی چیز وہاں نہ ملی تو آپ نے بکری کو اُس کے گھر کے ایک گوشے میں دیکھکر فرمایا کہ اگر اجازت دو تو اِس بکری کا دودھ دُوہا جائے اُس نے عرض کیا کہ یہ بکری بالکل دودھ نہیں دیتی اور اس قدر ضعیف دلاغر ہو گئی ہے کہ چرنے کو بھی نہیں جا سکتی آپ نے فرمایا کیسی ہی ہو مگر تم اجازت دو تو ہم دودھ دُوہ لیں اُس نے اجازت دی۔ آپ نے اُس کے تھنوں کو بسم اللہ کہکر ہاتھ لگایا خدائے تعالیٰ کے نام اور آپ کے ہاتھ کی برکت سے فوراً دودھ اُتر آیا اور آپ نے دُوہ کر ایک بڑا برتن جس میں آٹھ نو آدمی سیر ہو کر پی لیں بھر دیا اور پہلے اُم معبد کو پلایا پھر اپنے رفیقوں کو مرحمت فرمایا جب سب سیر ہو گئے تو خود نوش کیا پھر دودھ دُوہ کر اُس برتن کو بھر دیا اور وہاں سے روانہ ہوئے جب شام کو ابو معبد شوہر اُم معبد کا گھر میں آیا تو دودھ دیکھ کر نہایت متعجب ہوا اُم معبد نے ساری سرگزشت بیان کی۔ ابو معبد مع اُم معبد کے مدینے میں

آکر حضرت کے دست مبارک پر مسلمان ہوئے مواہب لدنیہ میں لکھا ہے کہ وہ بکری عمر فاروقؓ
کے زمانے تک دودھ دیتی اور زمانۂ عام الرمادہ تک کہ عہد فاروقیؓ میں ایک بڑا قحط پڑا تھا
صبح و شام دودھ دیتی تھی اور اس سرزمین پر کہیں دودھ کا نام نہ تھا یہ ساری برکت حضرتؐ
کے دستِ حق پرست کی تاثیر تھی **فائدہ** سراقہ بن مالک بن جعشم نے کہ سرداران عرب
میں سے تھا اور ایک جھیل کے کنارے اُس کا مکان تھا اشتہار قریش کا مضمون سُنکر
طمع نے اُس کو گھیرا تھا۔ ایک شخص سے سنکر ابھی کئی آدمی اونٹنیوں پر سوار ادھر سے
گذرے ہیں گھوڑا تیار کرکے ایک ٹیلے کے نیچے منگوایا اور کمان و ترکش لیکر روانہ ہوا
جب گھوڑا دوڑا کر آپ کے قریب پہنچا تو ابو بکر صدیقؓ نے حضرتؐ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ
ایک سوار آپہنچا آپ نے اُس کی طرف دیکھا اور اُس کے حق میں دعا کی دفعتہً اس کے
گھوڑے کے پاؤں پیٹ تک زمین میں دھنس گئے سُراقہ نے فریاد کی کہ آپ مجھے اس
بلا سے نجات دیں میں عہد کرتا ہوں کہ پلٹ جاؤنگا اور جسے راہ میں آپ کی تلاش
میں پاؤنگا بحکمت اُس کو پھیر دونگا آپ نے دعا کی اُس کے گھوڑے کو زمین نے
چھوڑ دیا۔ سُراقہ کا بیان ہے کہ مجھے اُس وقت یقین ہوا کہ آپ کو بیشک غلبہ ہوگا یہ سوچکر
میں آپ کے پاس گیا اور عرض کیا کہ مجھے آپ امان نامہ لکھدیں تاکہ جب اللہ تعالے
آپ کو غلبہ دے تو میں محفوظ رہوں آپ نے عامر بن فہیرہ کے ہاتھ سے امان نامہ
لکھوا دیا اور سراقہ اُس وقت اگرچہ مسلمان نہیں ہوئے مگر لکھا ہے کہ پھر مشرف باسلام ہوکر
صحابہ میں داخل ہوے الغرض اُس وقت سُراقہ وہاں سے واپس ہوئے جو راہ
میں حضرت کو ڈھونڈتا ہوا ملا اُس کو یہ کہکر پھیر دیا کہ میں دُور تک دیکھ آیا ہوں کہیں نشان
نہیں ہے **فائدہ** جب آپ مدینے کے قریب پہنچے تو بریدہ اسلمی ستر سوار ونکے
ساتھ آپ کو ملے کہ اشتہار کا مضمون سُنکر بارادہ فاسد آئے تھے مگر جمالِ سراپا کمال
دیکھکر اور کلامِ معجز نظام سُنکر ایسے متاثر ہوے کہ سب ہمراہیونکے ساتھ ایمان لائے

اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ مناسب ہے کہ مدینۂ طیبہ میں داخل ہونے کے وقت حضور کی سواری کے ساتھ نشان بھی ہو اور اپنی پگڑی کو ایک لکڑی میں لپیٹ کر نشان بنایا حضرت نے انھیں کو نشان بردار کیا تو وہ آگے آگے نشان لیکر چلے۔ کیا خدا کی قدرت ہے کہ درپئے آزار ہو کر آئے تھے اور جاں نثار و نشان بردار ہو کر ساتھ ہو لیے۔

روایت ہے کہ مدینے کے لوگ ہر روز استقبال کو آکر دوپہر کو پھر جاتے تھے اُس روز بھی درودِ مسعودِ حضرتؐ سے مایوس ہو کر دوپہر ڈھلے پھرے ہوئے جاتے تھے کہ ایک یہودی نے ایک ٹیلے سے آپ کی سواری دیکھی اور پکار کر کہا کہ یَا مَعْشَرَ الْعَرَبْ هٰذَا جَدُّكُمْ اے گروہ عرب کے یہ مقصود تمہارا ہے وہ لوگ پلٹ کھڑے ہوئے اور آپ کے ہمرکاب عوالی مدینۂ منورہ میں داخل ہوئے اُس دن عجیب طرح کی خوشی اہلِ مدینہ کو تھی۔ انصار کی لڑکیاں یہ شعر پڑھتی تھیں۔

اَشْرَقَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعْ وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعْ

ترجمہ

چمکا چودھویں رات کا چاند ہم پر ثنیات الوداع سے۔ واجب ہوا ہم پر شکر جب تک دعا کرے اور پکارے اللہ کو دعا کرنے والا اور پکارنے والا ثنیات الوداع کے معنے رخصت کی گھاٹیاں ہیں اہلِ مدینہ اپنے احباب کو بہنگامِ سفر رخصت کرنے کے لیے اُن گھاٹیوں تک جایا کرتے تھے اس وجہ سے وہ ثنیات الوداع کہلاتی ہیں قاموس میں یہی لکھا ہے اور بعض اربابِ لغت اور اہل حدیث کہتے ہیں کہ ثنیات الوداع مدینے سے شام کی طرف ایک مقام ہے اور یہ شعر انصار کی لڑکیوں نے حضرت کے جنگ تبوک سے معاودت فرمانے کے وقت پڑھا ہے صحیح بخاری سے ایسا ہی ثابت ہوتا ہے اور بعض علما نے لکھا ہے کہ یہ شعر دونوں وقتوں میں پڑھا گیا ہے:

یارب صل وسلم دائما ابدا علی نبیك خیر الخلق کلهم

روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ربیع الاول کی بارھویں تاریخ دوشنبہ کو مدینہ منورہ میں پہنچکر محلہ قبا میں جو ایک محلہ شہر کے باہر ہے منازل بنی عمرو بن عوف میں ٹھہرے اور چودہ دن وہاں رہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ لوگوں کی امانتیں جو حضرت دے آئے تھے مالکوں کو سپرد کر کے مکے سے پیدل چلے اور تیسرے دن آپ کے تشریف لانے سے قبا میں آپ سے آملے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاؤں میں آبلے پڑ گئے تھے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دستِ مبارک پھیر دیا کہ فوراً وہ آبلے اچھے ہو گئے اور پیادہ چلنے سے جس قدر کوفت ہوئی تھی سب جاتی رہی اسی محلے میں آپنے ایک مسجد بنائی جسے مسجد قبا کہتے ہیں اور قرآن مجید میں اُس کی تعریف ہے لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ بیشک وہ مسجد جسکی بنیاد تقوی پر ہوئی پہلے ہی دن سے اُس بات کے لائق ہے کہ تو اُس میں نماز پڑھے۔ جب تک حضرتؐ وہاں رہے اُس میں نماز پڑھتے رہے اور جب شہر کے اندر تشریف لے گئے تو بھی کبھی کبھی اُس مسجد میں جاکر نماز پڑھا کرتے تھے اور خلفائے راشدین کا بھی یہی دستور رہا وہ مسجد بڑی زیارت گاہ ہے

یارب صل وسلم دائماً ابداً　　علیٰ نبیک خیر الخلق کلہم

روایت ہے کہ جب آپنے مدینے میں تشریف لانے کا ارادہ کیا تو ہر محلے کے آدمی ہتیار باندھے ہوئے ساتھ تھے اور ہر ایک التجا کرتا تھا کہ حضور ہمارے محلے میں اقامت فرمائیں آپنے فرمایا کہ میری اونٹنی کو چھوڑ دو جہاں یہ بیٹھ جائیگی میں وہیں سکونت اختیار کرونگا سب اس پر راضی ہوئے اور اونٹنی چلتے چلتے وہاں آبیٹھی جہاں اب مسجد نبوی کا منبر ہے انہی دنوں اُس جگہ ابوایوب انصاری کا گھر تھا وہیں آپکا اسباب اُتار کر رکھا گیا اور آپ نے فرمایا اَلْمَرْءُ مَعَ رَحْلِهٖ یعنی آدمی اپنے اسباب کے پاس رہتا ہے پس آپ ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر ٹھہرے۔ ابوایوب انصاری شامول کی

اولاد میں تھے اور شامول اُن چار سو عالموں کا سردار تھا جو تبع حمیری بادشاہ کے مصاحب تھے اہل تاریخ نے لکھا ہے کہ تبع یمن کا بادشاہ تھا جب اُس کا گزر اس سرزمین پاک پر ہوا تو یہاں ایک میدان دلکش و دلکشا اور ایک چشمۂ شفاف و روح افزا تھا۔ بادشاہ اس فضا کو دیکھکر بہت خوش ہوا اور طرح طرح کے انوار و برکات اُسکو وہاں محسوس ہوئے تب اُس نے عالموں سے استفسار کیا علما نے کہا کہ یہ ہجرت پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جگہ ہے۔ تبع نے یہ سنکر اُس جگہ شہر آباد کیا۔ اور اُن چار سو عالموں کو وہیں بسایا انصار سب اُنھیں کی اولاد میں ہیں اور بادشاہ نے چاہا کہ خود بھی وہیں رہے مگر سلطنت کے جھگڑے اور بکھیڑوں سے نہ رہ سکا اور ایک تحریر اپنے حسن عقیدت اور خلوص و محبت پر مشتمل لکھکر شامول کو دی کہ تم اپنی اولاد کو وصیت کرنا کہ جو اُن میں سے جناب رسالتمآب پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پائے وہ میرا اسلام عرض کرے اور یہ عرضداشت حضور میں پہنچا دے وہ تحریر ابو ایوب انصاری کے گھر چلی آتی تھی جب حضرت یہاں رونق افروز ہوئے تو انھوں نے وہ عرضداشت حضور میں گزرانی حضرت پڑھکر خوش ہوئے اور فرمایا تبع ہمارا بھائی ہے۔ ابو ایوب سے شامول تک اکیسویں پشت تھی اور جس گھر میں آپ ٹھہرے وہ گھر بھی اُس بادشاہ کا بنوایا ہوا تھا اور اُس نے خاص اسی نیت سے بنوایا تھا کہ جب حضرت تشریف لائیں تو یہیں اقامت فرمائیں پہلے آپ نیچے کے مکان میں رونق افروز ہوئے ابو ایوب انصاری کے عیال و اطفال بالاخانے پر رہے مگر ابو ایوب اور اُن کی زوجہ اُم ایوب اس عنوان اقامت کو ادب کے خلاف سمجھکر رات بھر بے چین رہے اور نیند نہ آئی تو صبح کو حضور میں باصرار التجا کرکے آپ کو بالاخانے پر لے گئے اور خود نیچے کے مکان میں رہنے لگے روایت ہے کہ جس زمین پر حضرت کی سواری کی اونٹنی بیٹھ گئی تھی وہ زمین دو یتیموں کی مملوک تھی حضرت نے اُن سے فرمایا کہ ہمارے ہاتھ اس زمین کو بیچ ڈالو۔ انھوں نے عرض کیا کہ حضور یونہیں لے لیں

ہم اس کا اجر اللہ تعالیٰ سے لیں گے۔ آپ نے نہ مانا اور ابوبکر صدیقؓ کے مال سے دس
دینار دے کر خرید فرمائی اور تھوڑی سی زمین اُس کے برابر ایک انصاری نومسلم کی تھی حضرت
نے اُس سے فرمایا کہ ہم کو یہ زمین دے اور اس کے عوض جنت میں ایک گھر لے اُسنے کہا کہ
میں عیالدار ہوں بے قیمت لیے کیونکر دوں تب حضرت عثمانؓ نے دس ہزار درم کو وہ
زمین خرید کر حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں نذر کی اور اُس میں کچھ کھجور کے درخت
اور کفار کی قبریں اور ٹیلے تھے قبریں برابر کر دی گئیں اور اُن کی ہڈیوں سے وہ زمین پاک
وصاف کر لی گئی اور درخت کاٹے گئے پھر صحابہ نے اپنے ہاتھوں سے مٹی کی اینٹیں
تیار کیں اور دوہی اینٹیں ڈھوتے جاتے تھے اور خوش ہو ہو کر یہ شعر پڑھتے تھے شعر

هٰذَا الْحِمَالُ لَا حِمَالَ خَيْبَرْ   هٰذَا اَبَرُّ رَبَّنَا وَاَطْهَرْ

یہ بوجھ اور پوٹیں خیبر کے چھواروں کی پوٹیں نہیں ہیں بلکہ یہ اُن سے بہتر ہیں اے رب ہمارے
اور پاک مطلب یہ ہوا کہ خیبر کے چھوارے بہت اچھے ہوتے ہیں اور اُن کی پوٹیں خوشی
سے ہم لایا کرتے ہیں اور یہ پوٹیں مٹی کی ہیں مگر چونکہ اللہ کی راہ میں اُٹھائی جاتی ہیں اس وجہ
سے یہ پوٹیں ہم کو اُن پوٹوں سے بہت زیادہ بھاتی ہیں اور وہ مسجد اس طرح بنائی گئی کہ اس
کے پائے کچی اینٹوں کے اور ستون اور پشت کی دیوار کھجور کی لکڑی کی اور چھت کھجور کی
پتلی لکڑی اور پتوں کی اور ایک چھپر سا مسجد کے پاس مسکینوں کے واسطے جس میں اصحاب
صفہ رہتے تھے اور کچھ مختصر سے حجرے ازواج مطہرات کے لیے بنائے گئے۔

یارب صل وسلم دائما ابدا   علی حبیبک خیر الخلق کلهم

روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدینے میں رونق افروزی کے بعد
عبداللہ بن سلام کہ ایک بڑے عالم علمائے یہود میں سے تھے اور اُس وقت اپنے
باغ میں میوے چن رہے تھے اُسی طرح میوہ دامن میں لیے ہوئے آپ کے پاس
چلے آئے اور آپ سے سوال کیا کہ قیامت کی پہلی علامت کیا ہے اور اہلِ جنت کی پہلی

غذا کیا ہے اور بچہ اپنے ماں باپ سے جو مشابہت پیدا کرتا ہے اُسکا سبب کیا ہوتا ہے
حضرتؐ نے فرمایا کہ قیامت کی پہلی نشانی ایک آگ ہوگی جو خلق کو مشرق سے مغرب کی طرف
ہانک لیجائیگی اور اہل جنت کی پہلی غذا جگر ماہی کے کباب ہونگے کہ سب
بہشتیوں کو کھلائے جائیں گے۔ اور اطفال کی مشابہت کی علت یہ ہے کہ جب نطفہ
ماں کا غالب ہوتا ہے تو لڑکا ماں یا ماں کے کسی اہل قرابت ماموں یا خالہ وغیرہ سے
مشابہ ہوتا ہے۔ اور جب باپ کا نطفہ غالب ہوتا ہے تو لڑکا باپ کے یا باپ کے کسی
عزیز چچا پھوپھی وغیرہ سے مشابہ ہوتا ہے۔ عبداللہ بن سلام یہ جواب سنکر بولے کہ اگلی
کتابوں میں بھی ایسا ہی لکھا ہے اور ایمان لائے۔ پھر عرض کیا کہ یہود بڑے جھوٹے
اور افترا پرداز ہیں ابھی تو مجھ کو اچھا جانتے ہیں اور جب میرے اسلام کی خبر سن لیں گے
تو ضرور برائیاں کرینگے میں چھپ کر بیٹھتا ہوں آپ میرے اسلام کا ذکر نہ فرمائیں اور
جب یہود آئیں تو اُن سے میرا حال پوچھیں چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وہ مخفی ہوگئے اور جب
یہود حاضر ہوئے تو حضرتؐ نے پوچھا کہ تمہاری قوم میں عبداللہ بن سلام کیسا آدمی
ہے سب نے بالاتفاق کہا خیرنا ابن خیرنا و سیدنا و ابن سیدنا۔ نیک ہمارا اور
بیٹا ہمارے نیک کا۔ اور سردار ہمارا اور بیٹا ہمارے سردار کا۔ آپ نے فرمایا اگر وہ
مسلمان ہوجائے تو کیا۔ انھوں نے کہا کہ خدا کی پناہ ایسی بات ممکن نہیں تب آپ نے
عبداللہ بن سلام کو پکارا وہ باہر نکل آئے اور باواز بلند کہا اشہد ان لا الٰہ الا اللہ
و اشہد ان محمداً رسول اللہ یہ سنتے ہی یہود میاختہ کہہ اٹھے شرنا و ابن شرنا
یعنی برا ہمارا اور بیٹا ہم میں سے برے کا۔ اُس وقت عبداللہ بن سلام نے عرض کیا
کہ یا رسول اللہ آپ نے ملاحظہ فرمایا یہ ایسے متعصب لوگ ہیں کہ دم بھر میں پلٹ گئے۔

یارب صل و سلم دائماً ابداً علیٰ نبیک خیر الخلق کلہم

لکہا ہے کہ سلمان فارسی پہلے مجوسی تھے پھر دین مجوس چھوڑ کر دین نصاریٰ اختیار

کیا تھا اور بڑی عمر کے آدمی تھے بعض کہتے ہیں کہ چھ سو برس کی عمر پائی اور بعض کا قول
ہے تین سو برس کی۔ بہرکیف وہ علمائے یہود و نصاریٰ سے حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ
وسلم کی خبر ہجرت سنکر پہلے سے مدینے میں آرہے تھے اور اپنی زندگی میں کئی بار غلام ہو کر
بکے تھے زمانہ ہجرت حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں ایک یہودی کے غلام تھے ایکدن کوئی چیز
حضرت کے حضور میں لے کر حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یہ صدقہ ہے۔ آپ نے فرمایا
صدقہ مجھ پر حرام ہے۔ دوسرے دن اور ایک چیز لائے اور التماس کیا کہ یا
حضرت یہ ہدیہ ہے آپ نے قبول فرمایا پھر اُنھوں نے پشت مبارک پر مہر نبوت
دیکھی اور مسلمان ہو گئے۔ انھوں نے خصائل نبی آخرالزماں میں سنا تھا کہ وہ صدقہ
نہ کھائیں گے اور ہدیہ قبول فرمائیں گے اور پشت مبارک پر مہر نبوت ہوگی پھر آپنے
سلمان فارسی سے فرمایا کہ اپنی آزادی کی فکر کرو۔ انھوں نے اپنے مالک سے
درخواست کی اُس نے کہا کہ چالیس اوقیہ سونا لاؤ اور چھوارے کے تین سو درخت
لگاؤ جب وہ پھل لائیں تب تم آزاد ہو۔ حضرت نے یہ شرطیں سنکر درخت اپنے دست
مبارک سے لگائے۔ حضرت کی برکت سے وہ اشجار اُسی سال پھلے ایک درخت
اُن میں کا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے لگایا تھا اُس میں پھل نہ آئے تو آپنے اسکو
اکھیڑ کر پھر اپنے ہاتھ سے لگا دیا تو وہ بھی اُسی سال مثمر ہوا اور ایک بیضہ سونا مال
غنیمت میں آیا تھا آپ نے وہ سونا سلمان کو دیا اور فرمایا کہ یہ اپنے مالک کو دیکر
تم آزاد ہو جاؤ سلمان نے عرض کیا کہ یا حضرت بقدر چالیس اوقیہ سونے کی شرط ہے
یہ بقدر ایک بیضہ کے ہے کیونکر کفایت کریگا آپنے زبان مبارک اُس سونے پر
پھیر دی اور دعائے برکت کی۔ سلمان کہتے ہیں کہ پھر جو میں نے اُس کو تولا تو بے
کم و کاست چالیس اوقیہ تھا اپنے مالک کے پاس لے گئے اور آزاد ہو کر حضرت
کی خدمت میں رہنے لگے۔

یارب صل وسلم دائماً ابداً علی نبیک خیر الخلق کلھم

لکھا ہے کہ مدینہ منورہ سے باہر یہود کے دو محلے تھے ایک بنی قریظہ کا۔ دوسرا بنی نضیر کا۔ ان محلوں کے لوگ بھی حضرت کے حضور میں حاضر ہوئے حیی ابن خطب کہ ان میں کا ایک سردار تھا اُس کی بیٹی صفیہ جو فتح خیبر کے بعد ازواج مطہرات میں داخل ہوئیں فرماتی ہیں کہ میرے باپ اور میرے چچا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملاقات کو گئے اور وہاں سے پلٹ کر گھر میں یوں لیٹ گئے جیسے کوئی بہت تھکا ہوتا ہے اور ایک نے دوسرے سے پوچھا کہ آیا یہ وہی پیغمبر ہیں جن کا ذکر توریت وغیرہ کتب سابقہ میں ہے اُس نے جواب دیا کہ واللہ یہ وہی ہیں پھر اُس نے پوچھا تمہارا کیا ارادہ ہے اُس نے جواب میں کہا کہ جب تک میرے نتھنوں میں دم ہے ہرگز ان کی مخالفت میں کوتاہی نہ کرونگا سبحان اللہ کیا خدا کی قدرت ہے کہ علمائے یہود ونصاریٰ کو آپ کے پیغمبر برحق ہونے کا یقین تھا مگر شامت اعمال اور جوش کبر وحسد وحب جاہ ومال سے یہ خیال کرکے کہ بنی اسمٰعیل اور اَن پڑھ لوگوں میں یہ پیغمبر کیوں ہوئے۔ ہرگز ایمان نہ لائے اور اطاعت کو اپنی کسر شان سمجھ کر کافر ہی رہے اور جن کی قسمت میں سعادت ابدی تھی جیسے یہود میں عبداللہ بن سلام اور نصاریٰ میں نجاشی حبشہ کا بادشاہ اور اکیدر دومتہ الجندل کا بادشاہ کہ یہ سب فوراً اسلام وایمان سے مشرف ہوئے ہر مسلمان کو چاہیے کہ حسد اور کبر سے بچے اور حب جاہ ومال سے ہمیشہ پرہیز کرے کہ یہ عیوب دونوں جہان میں ذلیل وخوار کرتے ہیں۔

یارب صل وسلم دائماً ابداً علی نبیک خیر الخلق کلھم

روایت ہے کہ مدینہ منورہ میں مسلمانوں کو میٹھے پانی کی تکلیف رہتی تھی کہ اکثر کنوؤں کا پانی کھاری تھا صرف ایک یہودی کے کنوئیں کا پانی جسے بیر رومہ کہتے

تھے نیریں تھا کہ وہ اُس کا پانی بیچتا تھا حضرت نے فرمایا کہ جو شخص بیر رومہ کو مول لیکر مسلمانوں کے ڈول اُس میں رواں کر دے اُس کے لیے جنت ہے حضرت عثمان بن عفان نے اُس کنوئیں کو اپنے خالص مال سے یوں خرید کیا کہ پہلے نصف کنواں بارہ ہزار درم کو خرید فرما کر وقف کر دیا جس دن حضرت عثمانؓ کی باری ہوتی تھی اُس دن وہ پانی سب کو مفت ملتا تھا اور اُس یہودی کی باری کے دن پانی بکتا تھا رفتہ رفتہ لوگوں نے یہودی کی باری کے دن پانی بھرنا موقوف کر دیا حضرت عثمانؓ کی باری کے دن اتنا پانی بھر لیتے تھے کہ یہودی کی باری کے دن حاجت نہ ہوتی تھی اُس یہودی نے یہ رنگ دیکھکر اپنا حصہ بھی حضرت عثمان کے ہاتھ بیچ ڈالا اور عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ بھی خرید کر وقف کر دیا۔ اور بے تکلف مسلمانوں کے ڈول اُس کنوئیں میں جاری ہو گئے۔ اور حضرت عثمانؓ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس وعدے کے موافق بے شبہہ جنتی ہو گئے۔

یارب صل وسلم دائماً ابداً	علی نبیک خیر الخلق کلہم

روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زید بن حارثہ اور ابی رافع اپنے آزاد کیے ہوئے غلاموں کو پانچ سو درم اور دو اونٹ دیکر مدینے سے مکہ کو بھیجا تاکہ فاطمہ زہرہ اور اُم کلثوم حضرت کی دونوں بیٹیوں اور اُم المومنین سودہ بنت زمعہ حضرت کی خاتون کو اور اُم ایمن حضرت کی کھلائی اور اُن کے فرزند اسامہ بن زید اور حضرت ابو بکر صدیقؓ کے اہل و عیال کو لے آئیں وہ دونوں غلام آزاد حسب الحکم مکہ معظمہ کو گئے اور سب کو ساتھ لائے اور عبد اللہ بن ابی بکر صدیقؓ بھی اسما بنت ابی بکر اور عائشہ صدیقہ اپنی بہنوں اور اُم رومان اپنی ماں وغیرہ اہل و عیال حضرت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حسب الحکم ہمراہ لیکر ساتھ ہوئے اور ہجرت سے سات مہینے کے بعد یہ سب لوگ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آملے۔

یارب صل وسلم دائماً ابداً	علی نبیک خیر الخلق کلہم

حلیہ شریف کا ذکر

روایت ہے کہ حضرت کا قد میانہ تھا نہ لمبا تھا نہ کوتاہ۔ اور سر مبارک حضرت سرورِ عالم
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بڑا تھا اور سرِ مبارک کے بال اکثر کانوں کی لودن تک رہتے تھے
اور ان میں مانگ نکلی ہوتی تھی اور بیشتر تیل لگا رہتا تھا اور رنگ رخساروں اور جسم مبارک کا
سفید تھا۔ مگر نہایت خوشنما سرخی اُن میں جھلکتی تھی۔ آنکھیں بڑی بڑی قدرتی سرمگیں ہوئیں
اُن میں سرخ ڈورے۔ بھویں اور پلکیں باریک اور لمبی۔ دانت آبدار موتی سے چمکتے ہوئے
اور سامنے کے دانتوں میں نہایت خوشنما کھڑکی تھی۔ چہرہ مبارک چوڑا چکلا وجیہ قدرے
لمبا۔ پیشانی مبارک شگفتہ اور کشادہ۔ رخسارے بھرے بھرے۔ بینی مبارک میں کچھ
خم کے ساتھ بلندی۔ بانسا بلند مگر قدرتی خمیدگی کے سانچے میں ڈھلا ہوا۔ اور سرا
بینی مبارک کا اندک آگے کو جھکا ہوا۔ اور ریش مبارک کے بال گھنے اور گھنا نصف
سینہ تک لمبی تھی۔ اور ریش مبارک یمین و یسار کی جانب چوڑی بھی تھی۔ دونوں کاندھوں میں
سینہ مبارک چوڑا ہونے کے سبب سے ذرا ذرا سا فرق تھا اور دونوں کاندھوں کے
بیچ میں نورانی مُہرِ نبوت کبوتر کے انڈے کے برابر بیضاوی قطع کی سرخ رنگ ابھری ہوئی
تھی چاروں طرف اُس مُہر کے خوشنما بڑے بڑے تل جن پر بال جمے ہوئے تھے
ہتھیلیاں کشادہ تھیں اور سب اعضا کے جوڑ پُر گوشت۔ پسینا جب آپ کے بدن پر نمودار
ہوتا تو ہر قطرہ اُس کا گوہر شہوار معلوم ہوتا تھا اور اُسمیں ایسی خوشبو آتی تھی کہ مشک و عنبر
کی بو اُس کی گرد کو نہ پہنچتی تھی۔ جس سے آپ مصافحہ کرتے اُس کے ہاتھوں میں پہر و لمبی
خوشبو آتی رہتی اور جب تک مصافحہ کرنے والا ہاتھ الگ کرنے کا قصد نہ کرتا غایتِ اخلاق
سے آپ اپنا دستِ مبارک علیحدہ نہ کرتے۔ اور جس بچے کے سر پر آپ ہاتھ پھیرتے
اُس کے سر میں ایسی خوشبو آنے لگتی کہ لوگ اُس خوشبو سے پہچان لیتے کہ حضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس کے سر پر دستِ شفقت پھیرا ہے الغرض کہ بچے

جمالِ سراپا کمال کو جو دیکھتا وہ بے اختیار کہہ اُٹھتا کہ میں نے کبھی ایسا حسن و جمال نہ آنکھوں سے دیکھا نہ کانوں سے سُنا۔

یارب صل وسلم دائما ابدا	علیٰ نبیک خیر الخلق کلھم

حضرت کی خصلتوں کا ذکر

حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق واشفاق اور تواضع وانکسار کا بیان کس زبان سے ہو سکے۔ سبحان اللہ سردار بشر وہ ہزار عالم ہو کر غریبوں محتاجوں کی طرح بسر فرماتے تھے روایت ہے کہ پہاڑوں نے عرض کیا کہ ارشاد ہو تو ہم آپ کے واسطے سونا ہو جائیں۔ آپ نے فرمایا کہ میری خوشی تو یہی ہے کہ ایک دن بھوکا رہوں اور صبر کی لذت پاؤں اور ایک دن غذا سے سیر ہوں اور شکر کا مزہ اُٹھاؤں۔ پیٹ بھر کر کبھی آپ تناول نہ فرماتے۔ نعلینِ مبارک ٹوٹ جاتی تو خود بدولت ہی ٹانک لیتے اور لباس مبارک پھٹ جاتا تو آپ ہی سی لیتے اور اپنی بکریوں کا دودھ آپ دوہ لیتے مزاجِ مبارک میں انکسار ایسا تھا کہ غریبوں مسکینوں محتاجوں کے ساتھ نہایت میل جول رکھتے تھے۔ اکثر اُن کے پاس بیٹھتے اُن کا حال پوچھتے۔ اگر کوئی بیمار ہوتا تو عیادت اور خدمت کرتے اور کوئی مرجاتا تو اُس کے جنازے کے ساتھ تشریف لے جاتے۔ جس کو زیادہ بے کس اور غریب پاتے اُس سے زیادہ گھُل کے ملتے۔ اکثر بڑھیوں کے کام کر دیتے اگر وہ خود کسی ضرورت سے نکلتیں تو آپ اس خیال سے کہ مبادا یہ راہ میں تھک جائیں اور کمزوری سے گر پڑیں یا ٹھوکر کھائیں تو کون سنبھالے گا ساتھ ہو لیتے اور گاہ گاہ غلاموں کے ساتھ بھی ہو لیتے تاکہ اُن کو یہ خیال نہ آئے کہ یہ ہم کو ذلیل سمجھتے ہیں اور آپ اپنے اصحاب کے ساتھ چلنے میں کبھی اُن سے پیچھے ہو لیتے اور فرماتے کہ میرے پیچھے روحانی فرشتوں

کے واسطے جگہ چھوڑدو اور مزاج ہمایوں میں کسی طرح کی پابندی نہ تھی بلکہ کمال بے تکلفی سے جو سواری سامنے آجاتی اُس پر بیٹھ لیتے اور اپنے اہل بیت کے ساتھ کمال خوش مزاجی سے بسر فرماتے کبھی کوئی بات ایسی زبان مبارک پر نہ آتی کہ کسی کو ناگوار ہو کسی کے منہ پر ایسی بات نہ فرماتے کہ اُس کو گراں گزرے جو کوئی خطا کر کے عذر کرتا تو آپ فوراً قبول فرما لیتے اور غایتِ حیا سے خود شرما جاتے۔ بے فائدہ بات کبھی زبانِ فیض ترجمان پر نہ آتی اور جس سے ملاقات ہوتی تو سلام میں تقدم فرماتے اور صاحبانِ فضل و شرف کی بزرگداشت ہمیشہ ملحوظ رکھتے۔ اور کبھی دوستوں سے خوش طبعی بھی فرماتے تاکہ صحبت میں انقباض نہ ہو۔ مگر خوش طبعی میں بھی صداقت ہوتی تھی۔ اور نمازِ جمعہ اگر طویل بھی پڑھتے تو جمعہ کا خطبہ چھوٹا پڑھتے۔ اس لیے کہ نماز میں اللہ کی طرف توجہ ہوتی ہے۔ اور خطبے میں خلق کی طرف خطاب ہوتا ہے۔ القصہ حضرت سرورِ کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ کے اخلاقِ حمیدہ اور اشفاقِ پسندیدہ سے سیکڑوں دفتر بھر جائیں تو بھی ایک صفت تمام نہ ہو نہایت تک لکھ کر قلم روک لیا گیا اس لیے کہ غزوات اور وفاتِ شریف کا ذکر مولدِ شریف میں مناسب معلوم نہ ہوا۔ اُن کی تفصیل بڑی بڑی سیرت کی کتابوں میں موجود ہے آخر میں اپنے اور سب مسلمانوں کے واسطے دعا اور بارگاہِ کبریا میں التجا ضرور ہے۔

مُناجات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خداوندا بندہ گنہگار ہے تیری ذات غفار ہے وہ معاملہ کر جو آمرزگار گو گنہگار کے ساتھ سزاوار ہے نہ وہ معاملہ جو عادل ظالم کے ساتھ کرتا ہے۔ خلقت تیری شانِ قہاری سے کانپتی ہے اور یہ عاجز تیری شانِ عدالت سے بھی ڈرتا ہے۔ خداوندا اگر تو عفو و کرم کو چھوڑ کر فقط انصاف و عدالت کو کام فرمائے گا تو کوئی گنہگار نجات نہ پائے گا۔ خداوندا جب تیری تیغِ عدالت پر نگاہ جاتی ہے تو میری عاجزی سپر بنکر میرے سامنے آتی ہے۔ خداوندا اعمالِ بد پر سزا عینِ انصاف ہے مگر امیدوارانِ رحمت پر نظرِ عدالت اُن کی امید کے خلاف ہے خداوندا جو تیری رحمت کی آس لگائے ہے اُس کا آسرا نہ توڑ خداوندا کنجشکِ ضعیف کو شہبازِ عدالت کے منہ پر نہ چھوڑ۔ اے دادرس خطراتِ نفسانی کے ہاتھ سے دادخواہ ہوں میری داد کو پہنچ۔ اے فریادرس وساوسِ شیطانی کے مظالم کا فریادی ہوں میری فریاد کو پہنچ دردمند ہوں دوا بھیج۔ مریض ہوں شفا بھیج خس طوفانی ہوں گردابِ بلا سے نجات دے تشنہ جگر سوختہ ہوں دریائے رحمت سے آبِ حیات دے۔ فرشتوں کو بال و پر دیے میری بے بال و پری پر ترس کھا۔ نوحؑ کو طوفان سے نکالا۔ میری تباہ کشتی پر بھی رحم فرما۔ خداوندا غریب ہوں مسکین ہوں میری دعائیں قبول کر۔ سائل ہوں فقیر ہوں میری التجائیں قبول کر خداوندا دل میں جو داغ پڑے اُس کو جنت کا پھول بنادے۔ خداوندا کلیجے میں جو کانٹا چبھے اُس میں مژگانِ حور کا جلوہ دکھادے۔ خداوندا دنیا میں عافیت کے ساتھ رکھ اور ایمان کے ساتھ اُٹھا خداوندا سکراتِ موت کی مشکل سہل۔ خداوندا فشارِ گور کی منزل آسان۔ خداوندا قبر کی تنگی فراخی سے اور وحشت موانست سے بدل جائے۔ خداوندا اس بے زبان کی کیا مجال کہ نکیرین کے سوالوں کا جواب دے سکے اُس وقت تیرے محبوبِ خاص شفیع المذنبین

انیس المغربیین مدد کو آجائیں۔ خداوندا زمین جس وقت بوریے کی طرح لپیٹے آسمان دھنکی ہوئی
روئی کے مانند اڑیں پہاڑ متزلزل ہو کر خاک سیاہ ہوں ستارے آفسوں کی طرح گریں۔ انبیا اولیا
خوف سے تھرائیں۔ آنکھیں وہیں دل دھڑکیں جن ان کے کلیجے پانی ہوں۔ جہنم
کی آگ ہر امت کے گھیرنے کا ارادہ کرے گنہگاروں کے بدن عریاں ہوں و تیری شان
عدالت تخت حکومت پر جلوہ دکھاتی ہو صدقہ اپنی ستاری کا اُس وقت میرے عیوب چھپانا برہنہ
نہ بلانا۔ بائیں ہاتھ میں نامہ اعمال دے کر ہمچشموں میں شرمسار نہ فرمانا۔ ہائے وہ انبیا کا لرزنا وہ
امتوں کا لرزنا۔ وہ زمین کا کانپنا وہ میزان میں گناہوں کے پلّے کی گرانی وہ گنہگاروں کی پشیمانی
اُس وقت سوا تیرے کون ہے کہ عدالت سے رحم کی طرف تجھے متوجہ کرے۔ یا ارحم الراحمین اس
نبی کریم کا صدقہ جس کو تو نے رحمۃ للعالمین خطاب دیا ہے۔ دوزخ میں مُنہ کے بھل نہ گرانا۔
صراط پر قدم ڈگمگائیں تو دستگیری فرمانا۔ سوا نیزے پر آفتاب آئے تو لواء الحمد کے سایے
میں گرمی سے بچانا۔ خداوندا جتنی کڑی منزلیں پیش آئیں سب بآسانی طے ہو جائیں خداوندا
اگر تو نے مجھ سیاہ کار کی نافرمانیوں پر نظر کی تو جہنم بھی انتقام کو کافی نہ ہوگا۔ خداوندا دل حسرتوں
سے بھرا ہے مگر یہ نہیں معلوم کہ میرے حق میں بہتر کیا ہے ڈر لگتا ہے کہ جو مراد مانگی جائے
مبادا وہ خلافِ مصلحت ہو۔ خداوندا اس بندۂ ناچیز کے حق میں جو بہتر ہو اُسی کی طلب
کی ہدایت ہو۔ خداوندا یقین کو وہ قوت دے کہ سب وسوسوں سے نجات پاؤں خداوندا
شانِ رحمت کی وہ نیرنگیاں دکھا کہ جہاں رسائی وہم سے باہر ہے وہاں پہنچ جاؤں خداوندا
میرا تو یہ حال ہے کہ جیسے کوئی اندھا لولا لنگڑا عاجز بے دست و پا جنگل میں پڑا ہزاروں لاکھوں
لاکھوں مصیبتوں میں مبتلا ہاتھ پاؤں مارتا ہو اور نہ کسی فریادرس دستگیر کو دیکھے نہ کسی غمخوار
و مددگار سے یاری و غمخواری کی امید ہو مگر بے اختیار فریادرس کو پکارتا ہو بار بار کہا میری تو یہ
حقیقت ہے جیسے کسی بھوکے پیاسے کے ایک طرف نعمتوں کا خوان لگا ہو اور دوسری
طرف چشمۂ شیریں بہتا ہو مگر نہ وہ اس میں سے ایک لقمہ کھا سکے نہ اُس کے ایک قطرے سے

پیاس نہ بجھا سکے۔ میں ایسا ہوں جیسے کوئی جان بوجھ کر اپنے آپ کو جلتی آگ میں ڈالے یا جیسے کوئی منزلِ مقصود کی سیدھی راہ جاننے والا اپنے آپ کو بیابانِ معصیت میں گمراہ بنا لے اے بھوکوں کو کھلانے والے مُردوں کو جلانے والے تو ہی مجھے اپنی پسندیدہ نعمتوں سے سیر کر گناہوں کی بھڑکتی آگ سے نکال۔ منزلِ مقصود کی سیدھی راہ دکھا۔ اے پتھر کے کیڑے کو رزق پہنچانے والے۔ ایک طائر کے سیراب کرنے کو دریا جوش میں لانے والے۔ اے بیکسوں کے دادرس اے غریبوں کے فریادرس تیرے سوا کوئی کس کا سہارا ڈھونڈے عاصی ہوں خاطی ہوں جو کچھ ہوں تیرا ہوں مجھے اپنی درگاہ سے نہ نکال طوقِ ملامت میری گردن میں نہ ڈال۔ خداوندا اگر بندہ نابینا اور تو اس کی نظر سے غائب ہے۔ تیری ذات تو حاضر و ناظر ہے اگر بندہ عاجز و ضعیف ہے تیری ذات تو قوی و قادر ہے۔ خداوندا اپنے جملہ صفاتِ جمال کا صدقہ۔ خداوندا اپنی شانِ جلال کا صدقہ۔ خداوندا اُس تقرب کا صدقہ جو دو کمانوں سے بھی کم تھا۔ خداوندا اُن آنکھوں کا صدقہ جو باوجود تیرے لطف کے تیرے خوف سے رویا کیں۔ خداوندا اُس دندانِ مبارک کا صدقہ جو تیری راہ میں کفار کے ہاتھ سے صدمۂ سنگ اٹھا کر شہید ہوا۔ خداوندا اُس سینے کا صدقہ جو تیرے اسرار کا گنجینہ رہا۔ خداوندا اُس دل کا صدقہ جو تیرے ذکر کا خزینہ رہا۔ خداوندا اپنے محبوب کی آل و عترت و اصحاب محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا واسطہ اس بندۂ ناچیز کی بدکاری سے درگزر اپنی شانِ کرم پر نظر کر میرے اصول و فروع ماں باپ اہل و عیال بھائی بہنوں عزیزوں دوستوں آقاؤں خادموں استادوں شاگردوں کو موردِ رحمتِ کاملہ فرما دے۔ خداوندا اگرچہ ہر کام وقت پر موقوف ہے مگر مژدۂ قبولیت اُس وقت سے پہلے سنا دے بلکہ آثارِ اجابتِ دعوات آنکھوں سے دکھا دے۔ خداوندا۔

کچھ ایسی یہ کڑی منزل نہیں ہے	مجھے مشکل تجھے مشکل نہیں ہے

قطعات تاریخ طبع اوّل

قطعۂ تاریخ طبع منشی محمد فیروز شاہ خاں صاحب فیروز متوطن ریاست مصطفیٰ آباد

عاشقِ حق امیر احمد نے ۔ جب لکھا تازہ مولدِ اطہر
فکرِ فیروز سے ہوا پیدا ۔ طبع کا سال مدحِ پیغمبر
۱۳۰۶ھ

ایضاً قطعۂ تاریخ تالیف از فیروز

یہ فیروزہ مولدِ پاک ہے ۔ مؤلف ہیں جس کے جنابِ امیر
ہوئی فکر جب سالِ ترتیب کی ۔ کہا دل نے لکھ انتخابِ امیر
۱۳۰۵ھ

قطعۂ تاریخ تلمیذ رشید یکتائے دوراں مصنف کتاب جناب مولوی محمد فصیح الزماں خان خلف کوچک مولوی محمد وجیہ الزماں خاں

حسان الہند امیر احمد ۔ کش مدح سحبان وصیف و چاکر
کردست رقم بہ نثرِ عاری ۔ اخبارِ ولادتِ پیمبر
تا از نفحاتِ انس مردم ۔ سازند مشامِ جاں معطر
گویند کہ بر زمیں کشادہ ۔ حورِ عین گیسوے معنبر
گردند ز بوے یار مدہوش ۔ بے خم و سبوے و جام و ساغر
ورزند نقابِ ہستیِ خویش ۔ بینند رخے چو مہرِ خاور

شد طبع و فصیح گفت سالش
میلادِ شفیعِ روزِ محشر
۱۳۰۶

تاریخ مولوی حکیم محمد نعیم الزماں خاں صاحب خلف بزرگ مولوی محمد حسن الزماں خاں مرحوم سفیر ریاست شاگرد رشید مصنف

چه میلاد محبوب پروردگار — رقم زد امیر احمد نامدار
امیرے که نازش سخن را بروست — ز هر جنس فضل و شرف اندروست
رساننده سخن را بعز و قبول — که رانده است در ذکر پاک رسول
رسولے که باشد حبیب خدا — حبیب خدا سرور اصفیا
حبیب خدا اشرف کائنات — علیه السلام و علیه الصلوة
به تصحیح اخبار پرداخته — نه بارائے هر رائے زن ساخته
ز روے سخن پرده چوں برگرفت — بهر دل کلام خوشش در گرفت
پیے سال تالیف میلاد شاه — بهر صفحه و هر گردم نگاه
بر آسماں نقش دیدم نعیم — شفیع بشیر نبی کریم
۱۳۰۵

ایضاً قطعہ تاریخ سال طبع

خلق کی کیا بساط ہے داد خدا ہی سکی ہے — طرفہ امیر نے لکھا مولد شاہ انس و جن
مجھ کو تھی فکر سال طبع دل نے کہا کہ اے نعیم — تو زبر او ربینات مصرع آخریں کے گن
میں نے شمار جب کیا سال نمود ہو گیا — صل علی نبینا صل علی محمد
۱۳۰۶

قطعہ تاریخ منشی محمد زماں عرف منشی عبدالرحمن صاحب بسمل شاگرد قدیم حضرت مصنف

کرد اثر خواہش برجستہ ز دل — یافت توفیق ز درگاہ مجید
بست امیر احمد ذی جاہ چہ نقش — نقش میلاد بعنوان جدید
سال ترتیب رقم زد بسمل — نعت محبوب خداوند حمید
۱۳۰۵

قطعہ تاریخ نتیجہ طبع منشی محمد مسعود احمد فرزند کوچک حضرت مصنف سلمہما اللہ الصمد

لکھا ہے والد نے میلادِ شریف
ہے جس میں سب حال شفیع المذنبیں
مسعود سنکے بول اٹھے روح القدس
صد آفریں صد آفریں صد آفریں

قطعہ تاریخ نتیجہ طبع سلیم منشی محمد عسکری صاحب نسیم شاگرد رشید ارسول کریم امیر الشعرا اعلیٰ حکیم سلمہما اللہ العظیم

عجز ہے میلاد کی تعریف سے
خم قلم کا یاں سر تسلیم ہے
ہیں خصائص اس میں حضرت کی رقم
لائق تعظیم و صد تکریم ہے
جو روایت اس میں ہے وہ معتبر
اس سبب سے لازم التعظیم ہے
سامنے اس کے بیاضِ آسماں
کہنہ سی بیکار اک تقویم ہے
نظم پر صدقے طلائی آفتاب
نثر پر قربان سکّہ سیم ہے
آب و تاب معنی و الفاظ سے
آب آب کوثر و تسنیم ہے
حسن کے ہر مضموں نعتِ پاک کا
عقلِ کل بھی خم پئے تسلیم ہے
ہیں امیر کشورِ معنی امیر
نعت میں سب پر انھیں تقدیم ہے
کون ہے ایسا شہِ ملکِ سخن
کس کے زیرِ حکم یہ اقلیم ہے
کیوں نہ یہ مدّاح ہو ممدوحِ خلق
روح حضرت سے اسے تعلیم ہے
دیکھیے صنعت میں تاریخ نسیم
وصفِ ذاتِ احمدِ بے میم ہے
۱۳۰۵

قطعہ تاریخ ترشحہ فکر بلند منشی حافظ سید محمد فاروق تیر برادر نسیم شاگرد حضرت امیر سلمہما اللہ القدیر

کہ کشیدہ است چنیں نقش بر صفحہ دہر
ہست آئینہ اسرار حق اذکار نبی
یا خدا روضۂ فردوس عطا کن بہ امیر
لائقہ لرسولِ قرشی عربی

تاریخ تالیف چکیدۂ خامہ فکر رسا منشی محمد اصغر علیخاں صاحب تلمیذ رشید حضرت نعیم اصغر صاحب تلامذہ جناب امیر سلمہم اللہ الکبیر

خوب لکھا امیر نے میلاد
ہر روایت صحیح ہے اس میں
بولا اصغر سے وقت فکر سروش

مثل جس کا جہان میں ہے محال
معتبر ہیں جو اس میں ہیں اقوال
وصف خیر رسول پاک ہے سال

۱۳۰۵ھ

ایضاً تاریخ طبع

جب ہوا طبع بصد زینت و شاں
مصرع سال کہا اصغر نے

مولد پاک رسول محمود
نعت محبوب خدائے مسجود
۱۳۰۶ھ

چوں بندہ ایں موسیم سال میلاد رسول کریم بصنعت گزین پیرایش بہیں در اشہدان لا الہ الا اللہ و اشہدان محمدا عبدہ و رسولہ بر آورد بحضور حضرت مصنف استاذ خویش برد استاد ہمت بہ تکمیل پیرایش ۱۳۰۶ برگماشت و سر انگشت شہادت بہ تحسینش بر داشت۔

قطعہ تاریخ مسعود سلمہ اللہ الودود

قبلہ و کعبہ نے میرے لکھ کے جب
میں نے اے مسعود لکھا سال طبع

مولد شاہ ہدیٰ چھپوا دیا
شرح حالات نبی رہنما

تمت بالخیر

إنّ من الشعر الحکمة وإنّ من البیان لسحرا

الحمد للہ کہ دریں ایّام فرخندہ فرجام دیوانِ نعتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم باضافۂ کلامِ جدید باتمکین یعنی

محمّد خاتم النبیّین

حسب فرمائش عالیجناب مولوی لطیف احمد صاحب مینائی اختر المخاطب بہ نواب اختر یار جنگ بہادر ناظم دمعتمد سرکار عالی صیغہ امور مذہبی

در مطبع سیّدی حیدرآباد دکن طبع شد

دیباچہ مشتمل بر حمد و نعت و مدحِ ولی نعمت و سببِ تالیف

کرے حمدِ رب ہے یہ کس کی زباں — نبی کو ہے اقرارِ عجزِ بیاں
یہاں طاقتِ نطق پاتا نہیں — کہ کوزے میں دریا سماتا نہیں
اسی طرح نعتِ رسولؐ کریم — بیاں کس سے ہو جز خدائے رحیم
وہ ہیں آسمانِ نبوت کے بدر — خدا ہی کو معلوم ہے اُن کی قدر
مناسب ہے اس سے بھی عطفِ عناں — کروں مختصر حال اپنا بیاں
بجا ہے امیر احمد اسمِ فقیر — فقیرِ درِ مصطفیٰؐ ہے امیر
تخلص امیر اس لیے ہے مرا — کہ ہوں مین فقیرِ درِ مصطفیٰؐ
طبیعت میں اول سے تھا ذوقِ علم — رہا ابتدا سے مجھے شوقِ علم
کتب تھے جو درسی پڑھے وہ تمام — پڑھایا کیا صبح سے تا بہ شام
مگر شاعروں سے جو صحبت ہوئی — سوئے نظم مائل طبیعت ہوئی
یہی سالہا شغل میرا رہا — کہ دریائے فکرت میں غوطا رہا
وہ کیا نظم ہے جو نہ مین نے کہی — رباعی۔ قصیدہ۔ غزل۔ مثنوی

مضامیں کی روزانہ اکثر تلاش
معانیِ تازہ کی شب بھر تلاش

مناسب طبیعت تھی شہرت ہوئی
مشقت سہی لیکن مشقت ہوئی

یہ آیا مرے دل میں اک دن خیال
کہ کب تک یہ اشغالِ خسراں مآل

چہل سال عمرِ عزیزت گذشت
مزاجِ تو از حالِ طفلی نگشت

کہی عاشقانہ جو اچھی غزل
نہیں ہے کوئی اس میں حسنِ عمل

وہ کر فکر جس میں کہ عقبیٰ ہو پاک
ترا اخترِ بخت ہو تابناک

مناسب ہے فکرِ مضامینِ نعت
کہ تزئینِ ایماں ہے تبیینِ نعت

کہ ہے تا خدا خود صلہ مرحمت
محمدؐ کے صدقے میں ہو مغفرت

مگر اور فکروں سے فرصت نہ تھی
معیشت سے حاصل فراغت نہ تھی

اُٹھے ہاتھ میرے جو بہرِ دعا
ہوا بخت یاور مرا رہنما

میں اُس در پہ پہنچا جو ہے بابِ فیض
کھلے ہیں اُسی در پہ ابوابِ فیض

وہ کلبِ علیخاں بہادر کا در
جو سارے رئیسوں میں ہے نامور

اگر آسمانِ بخت کا پایہ ہے
تو خورشید بھی چتر کا سایہ ہے

خردمند ہے صاحبِ ہوش ہے
عطا پاش ہے وہ خطا پوش ہے

اگرچہ حشم حق ہیں تو دل حق گزیں
سوا حق کے مدِ نظر کچھ نہیں

ہمیشہ سے یہ گوش ہیں حق نیوش
دلِ پاک میں بحرِ عرفاں کا جوش

زباں آشنائے سخن ہائے حق
معیں اس کا حق ہے یہ شیدائے حق

شریعت کا تابع فدائے رسول
بھری سر میں اس کے ہوائے رسول

مسافر نواز و رحیم و کریم
شب و روز جاری ہے فیضِ عمیم

بڑے عزت افزائے اہلِ علوم
کہ ہیں ماہ کے ساتھ صد ہا نجوم

یہ ذرہ بھی کچھ کچھ ہے خاطر پسند
نظر کردۂ آفتابِ بلند

اُس در سے حاصل سعادت ہوئی　　سو نعت مائل طبیعت ہوئی
ہوئیں نظم غزلیں مخمس کہے　　رباعی. قصیدے مسدس کہے
ہوا ہو کوئی شعر شاید قبول　　کہ اُس سے ہو عقبیٰ کی دولت حصول
الٰہی حقیقت مری کچھ نہیں　　اگر بندۂ خاتم المرسلیں
اس امید پر کی ہے نعت رسولؐ　　کہ شاید یہ طاعت کرے تو قبول
ترا دوست ہے تجکو پیارا بہت　　مجھے بہر بخشش اشارا بہت
الٰہی ہو محشر میں میری نجات　　فراغت رہے تا بقید حیات
کسی کا نہ محتاج ہوں یا خدا　　رہے میری حرمت مع اقربا.
کوئی گوشۂ عافیت ہو نصیب　　وہاں بیٹھکر ورد ہو یا حبیب
فقط اس قدر آرزو ہے مری　　لکھوں مطمئن ہو کے نعت نبیؐ
الٰہی یوہیں زندگی ہو تمام　　بحق محمد علیہ السلام
ولی نعمت ذرۂ خاکسار　　جو خورشید ہے صاحب اقتدار

ستارہ ہو دولت کا اُس کی بلند
رہے حشر تک خرم و ارجمند

شروع قصائد

تعقل آئینہ سازِ جان و جاناں میں کیا حد کا
عروض اب تک نہ آیا ہاتھ اِس بیتِ معقد کا

نفخت فیہ من روحی کے معنے سے ہوا ثابت
خزانہ ہے محیط اس چشمۂ روحِ مجرد کا

گیا شبہہ سمجھ میں آیۂ حبل الورید آیا
رگِ گردن مقامِ خاص ہے محبوبِ سرمد کا

سمٹنا تھا بھنور کا جو وہی تھا موج کا بہنا
کھلیں آنکھیں تو عالم ایک دیکھا جزر کا مد کا

سوا حیرت کے کیا ہے فکرتِ کنہِ حقیقت میں
یہ وہ گھر ہے کہ جس میں بند دروازہ ہے مقصد کا

کلیدِ فہم دندانِ طمع کیا تیز کرتی ہے
کبھی ممکن نہیں ہے کھولنا اس قفلِ ابجد کا

نہ بن ناداں نہ کر کچھ فکر آخر کچھ نہ ٹھہریگا
خرد ہے گیند اُس کی ذات میں عالم ہے گنبد کا

لحاظِ ضبطِ معنی چاہیے مشتاقِ معنی کو
جدا کرنا ہے بیجا لفظ میں حرفِ مشدد کا

حباب آسا ہیں آنکھیں بند تیری ورنہ ظاہر ہے
کہ ہر موجہ ہے اس دریا میں جادہ راہِ مقصد کا

مقامِ عجز میں آ روسیاہی دور کر دل کی
غضب ہے خانۂ کعبہ میں رہنا مارِ اسود کا

جھکا سر دیکھ ہے نورِ تجلی کعبۂ دل میں
نشان طوقِ گریباں میں بھی ہے محرابِ معبد کا

اِدھر نالہ کیا دل نے اُدھر مقصود حاصل تھا
دعا سے تا اجابت فاصلہ ہے تیر کی زد کا

نہ کیوں سوے مقدم ہو رجوعِ دلِ مؤخر کی
کہ مرکز ہے ہر ایک مسند الیہ اسنادِ مسند کا

مٹا دے زندگی میں نقشِ ہستی کو کہ ہو جائے
بہشتِ جاوداں میں سامنا عیشِ مخلد کا

درِ مقصود کا بہتر تجھکو ہاتھ آنا ہے کیا مشکل
ہوا غواص جب تو قلزمِ اسرارِ سرمد کا

صفائے قلب حاصل کر وہ کسبِ زہد و تقوی ہے
کہ عالم پیکرِ خاکی میں ہو روحِ مجرد کا

نہ آ ہرگز فریبِ مخمل آرایانِ نخوت میں
کہ گاؤ سامری ہے گاؤ تکیہ اُن کی مسند کا

بچھائیں فرش کی جا مس کا یہ پوست کھچوا کر
خیال آئے جو بالش کا تو سر منگوائیں سرمد کا

نہ رکھ تاجِ تکبر سر پہ تیرے حق میں سم ہوگا
سرِ افعی ہے اس میں ہے جو آویزہ زمرد کا

خیالِ دولتِ دنیا کبھی گر دل میں آ جائے
سمجھ اُس کو کہ ہے یہ وسوسہ ابلیسِ مرتد کا

اطاعت اہلِ دل سے منعموں کی ہو نہیں سکتی
زباں چلتی ہے ان کی کاٹ کر رستہ خوشامد کا

یہ دولت سے ہے نفرت چاہتے ہیں صاحبِ ہمت
کہ بہرِ غسلِ میت بھی نہ ہو تختہ زبرجد کا

وہ ہیں مقبولِ حق جو ناقبولِ اہلِ عالم ہیں
ملا ہے منزلِ مقصود سے جادہ خطِ رد کا

فرشتے ان کو ڈالی میں لگا کر نذر دیتے ہیں
جو پھل پہلے اترتا ہے نہالِ لطفِ سرمد کا

فنا و فقر کے مضموں تو باندھے اے امیر اچھے
سنا کوئی غزل بھی اب کہ دل مشتاق ہے حد کا

غزل

خدا جانے کب آنا ہو چمن میں اس سہی قد کا
بجا رکھا ہے کیوں غنچوں نے ڈنکا آمد آمد کا

اسے دیکھا جو گلشن میں تو ساری سرکشی بھولا
زمیں پر جھک کے سروِ باغ سایا بن گیا قد کا

اٹھائیں دل پہ چوٹیں جب گیا بے یار دریا پر
حبابِ موج کو کیونکر نہ سمجھوں میں پھری گدکا

کبھی گھبرا کے دریا پر جو میں فرقت میں جاتا ہوں
زبانِ موج پر آتا ہے حملہ خیر باشد کا

سرہانے آئے تو معشوق آئے قبرِ عاشق پر
دکھائے تو دکھائے کچھ اثر تعویذِ مرقد کا

درِ محبوب بالش کوچۂ محبوب مسند ہے
نہ میں خواہاں ہوں بالش کا نہ میں طالب ہوں مسند کا

خیالِ آبرو رکھتے ہیں ناحق عاشقِ ابرو
الف ہر چند ہے اس لفظ میں لیکن ہے بے مد کا

مصور نقشہ جب اس نازنیں کا کھینچنے بیٹھا
کمر کا یہ رکھا کر خط کھینچا ندارد کا

سیاہی سے یقیں ہے پنجۂ مژگانِ شبتر ہو
جو شانہ مہر کا پنجہ ہوا اس زلفِ مجعّد کا

پھکیتی چھوڑ دی اب خوشنویسی کا ہے شوق اس کو
دوات و خامہ لا طاق پر رکھ دو چھری گدکا

نہیں ہے طفل میرا دل نہ بہلے گا نہ بہلے گا
تماشا چرخ دکھلائے نہ امثالِ محدّد کا

کبھی دن کو جو وہ شب میں کہوں تارے نکل آئے
مناسب چاپلوسی ہے زمانہ ہے خوشامد کا

خیالِ گردشِ چشمِ بتاں میں موت آئی ہے
یقیں ہے گنبدِ آہو ہو گنبد میرے مرقد کا

کمر کا وصف کرنا صاف حالِ غیب کہنا ہے
دہن کی مدح لکھنا کھولنا ہے قفل ابجد کا

کسی سے وارِ شمشیرِ قضا کا رک نہیں سکتا
امیر اس میں سہارا ہے نہ جوشن کا نہ چلقد کا

سُنائی مین نے جسدم یہ غزل معنی شناسوں کو
کہا صد آفرین مضموں ہے جو اس میں وہ آمد کا

فصاحت اسکا کہتے ہیں بلاغت اسکو کہتے ہیں
مزہ ہر شعر میں ہے انتہا کا ذائقہ حد کا

جو نقطہ ہے وہ خال روے مہرویاں یہ طرہ ہے
عیاں ہر سطر سے ہے سلسلہ زلف مسود کا

جو شعر وصف عارض ہے کہیں گل سے بھی نازک ہے
بلندی سرو کی رکھتا ہے جو مضموں ہے قد کا

مگر توصیف رخسارہ خط و گیسو سے کیا حاصل
وظیفہ تھا جو ان بیتوں میں ہوتا وصف احمد کا

ہوئی عبرت مجھے پھیری عناں اب طبیعت کی
ارادہ بند ہو گیا وصف جناب خاص سرمد کا

لگا کرنے میں قرآں کی تلاوت پھاڑ کر دی تھی
ہوا مسجد میں داخل چھوڑ کر کے خانہ موبد کا

کہو عشاق احمد سے کہ آئیں اس کے سننے کو
قصیدہ اک نیا پڑھتا ہوں میں نعت محمد کا

مطلع

الف آدم میں ہے میم و دا احمد میں ہے بے مد کا
سبب یہ ہے کہ وان سایا تھا یاں سایا نہ تھا قد کا

بلاؤں سے بچے جو نام لے دل سے محمد کا
اثر میم مشدد میں ہے ذو القرنین کی سد کا

جو آنکھیں موں تو نام پاک سے پیدا ہے یکتائی کا
کہ آغوش احد میں جلوہ گر ہے میم احمد کا

زہے خاطر جو دنیا سے بلایا حق نے یار اپنے
رواں ہمراہ قاصد کے کیا ہدیہ خوشامد کا

مگر حاجی انھیں کا سنگ در اسکو سمجھتے ہیں
لیا کرتے ہیں کعبہ میں جو بوسہ سنگ اسود کا

شروع دفتر امکاں میں بسم اللہ کے بدلے
قلم نے نام لکھا لوح پر پہلے محمد کا

فلک پر ہوں نہ کیونکر دیدہ شمس و قمر روشن
لگایا کرتے ہیں آنکھوں میں سرمہ خاک مرقد کا

فلک طاؤس کی صورت جو اب تک رقص کرتا ہے
کبھی دیکھا تھا جلوہ ابر گیسوے محمد کا

جدا رکھا مجھے اس روضہ پرنور سے اب تک
برا ہو طالع بد کا برا ہو طالع بد کا

جو اپنے دوست کا ہو دوست سکو دوست ہوتا ہے
خدا کا کیوں نہ عاشق ہوں وہ عاشق ہے محمد کا

بہت ہے نازخستان عجم کو تیز طبعی پر
مگر دیکھا نہیں جوہر مری تیغ مہند کا

الہی ہو گزر تعلیم گاہ بزم حضرت میں
جھکے ایسا کہ شکل دال بنجائے الف قد کا

کمی اُس سے نہیں کی میں نے بھی توصیف حضرت میں
شہیدی گوکہ موجب ہے اثر آمین مجدّد کا

یہاں سے لکھ کے پھر دو چار مطلع مدح کرتا ہوں
شگفتہ تا دوبارہ دل ہو مشتاقان احمد کا

مطلع

ظہور آخر ہے اول انبیا سے نور احمد کا
بجا ہے گر لقب ہو اول و آخر محمد کا

عبادت سے نہیں خالی تماشا اُس کی مسند کا
کہ ہر بوٹا ہے ٹھپا جلد قرآن مجلد کا

نگینہ نامور کیا خاک ہو چرخ زبرجد کا
نہ جب تک اُس میں بل بوٹا اُسکی مسند کا

الٰہی آئے وہ جھونکا ہوائے شوق بے حد کا
اڑا لیجائے دکھلا دے مجھے روضہ محمد کا

مجسم کر کے نور اپنا خدا نے عرش سے بھیجا
ادا ہو شکر کیا بندوں سے اُسکے لطف بیحد کا

بلاؤں سے اماں خلقت نے نام پاک سے پائی
ہے اب ہمنام رہتا ایک ذوالقرنین کی حد کا

سنائیں کیسی گوش سامعین کو غیب کی باتیں
کیے لب وا تو دروازہ کھلا اسرار سرمد کا

خبر دیتے رہے مرسل سب اپنی اپنی امت کو
زمانے میں نہ تھا کب شور اُن کی آمد آمد کا

چلے جس سرزمیں پر اُس کو کعبے کی بزرگی دی
شرف ہر سنگ کو ہے نقش پا سے سنگ اسود کا

دوئی کیسی کہاں ثانی کہ یہ دونوں ہیں لاثانی
خدا کا دوسرا کوئی نہ سایہ آپ کے قد کا

وہی سایہ وہی قد تھا کہ تھے ظلّ خدا حضرت
جدا کرنا بہت دشوار تھا حرف مشدّد کا

تھکا جب ڈھونڈ کر سمجھا غلط فہمی سے وہم اپنا
کہ ہے رخت سیاہ کعبہ سایہ آپ کے قد کا

کیا یہ پانی پانی گیسوئے مشکیں کی خجلت نے
سما کر خاک میں پوشیدہ سایہ ہوگیا قد کا

گماں ہوتا ہے جنت سے وہی اترا عبا ہوکر
اُبھار رکھا تھا جو اللہ نے سایہ محمد کا

نبی سب مجمع اعجاز کب تھے مثل حضرت کے
ملا تھا اُن کو تو ایک ایک پارہ اس مجلد کا

وہی تو چرخ اخضر ہے جو روز خلقت آدم
گرا تھا تاج نورانی سے آویزہ زمرد کا

سکونت کی جگہ درکار نو محلوں کی تھی ان کو
یہی باعث ہوا بنیاد نہ طاق زبرجد کا

حوادث سے ہوں ایمن کیوں نہ جو ساکن ہیں روضے کے
کہ بسم اللہ کا گنبد ہے گنبد اُن کے مرقد کا

غش آجائے جو موسیٰ اِس تجلی زار کو دیکھیں
چراغِ طور ہے رخشاں کلس روضے کے گنبد کا

ہوا یہ عندلیب سدرہ کی منقار رکھتی ہے
کہ لوں کلگیر جن کر گل ہیں اُن کی شمع مرقد کا

وہ مستغنی دربار ہیں کہ جن کے سامنے سلطاں
ادب سے دم بخود ہیں منہ نہیں پڑتا خوشامد کا

برادر دونوں جبریل و علیؑ ہیں نوری و خاکی
ادہر بھی ہے ادہر بھی سلسلہ ثابت محمد کا

ہوے ہیں جمع امکان و قدم ذاتِ مقدس میں
محمد میں یہی مطلب تو ہے میم مشدد کا

عجب اُس خسروِ دیں کو خدا نے دی ہے بیداری
کہ مخمل خواب سے واقف نہیں ہے اسکی مسند کا

دو عالم کے دو شالے کو ملی ہرگز نہ زیبائش
لگایا حاشیہ جب تک نہ اُس میں اسکی مسند کا

حکومت دین کی پاکر جو بانٹی بیل ہاتھ آیا
کلیم اللہ کو چھوٹا سا بوٹا اُس کی مسند کا

خدا کے نور کے ہمراہ نورِ مصطفیٰ دیکھا
مزہ موسیٰ سے پوچھا چاہیے تکرارِ سجد کا

بچی طوفان سے کشتی آکے ٹھہری کوہ جودی پر
کہا جب نوح نے یا رب بچا صدقہ محمد کا

خلیل اللہ پر کیسی گلستاں ہو گئی آتش
ہوا مشکل کشا موجہ نسیمِ باغِ احمد کا

بٹھایا تختِ شاہی پر مہِ کنعاں کو زنداں سے
وہاں شوار تھا آزاد کرنا کیا مقید کا

رہائی پائی قیدِ بطنِ ماہی سے جو یونس نے
اشارہ یہ بھی تھا اِک نونِ ابرو سے محمد کا

کبھی ایوب کے شافی کبھی یعقوب کے حامی
پھرا درِ عنایت سے نہ دامن کس کے مقصد کا

بنا آیاتِ قرآں کی ہے اُن کی ذات سے محکم
قیام اُن کے سبب کعبے کے ارکانِ مشید کا

اصولِ خمسۂ اسلام جو مشہور ہیں پانچوں
مخمس آپ کے دیوانِ ارشادِ مؤکد کا

فروغِ دیں جو پنجگانہ ہیں شائع اہلِ ایماں میں
مسدس آپ کے فکرِ مضامینِ مجدد کا

قمر کو کس طرح کرتی نہ دو انگشت دو ٹکڑے
انھیں دو نقطۂ زیریں کا طالب نقطہ تھا ید کا

مشکک معجزِ شق القمر میں کچھ جو شک لائے
کرے دو آرہ تشدید سر کافِ مشدد کا

شجر مانندِ انساں بڑھ کے استقبال کو آئے
ہوا جب جنبشِ مژگاں سے ایما اُس سہی قد کا

دلِ انساں کو کیا اُس کا گوارا ہو غمِ فرقت
کرے نالہ جگر جب چاک ہو چوبِ مسند کا

بجا ہے سبز پہنے ہے جامۂ فیروزہ و نیلم
ہوا یاقوتِ احمر گوہرِ دندانِ محمد کا

شکم پر سنگ اسود اور فاقے سے شکم خالی
ہوا ثابت کہ کعبہ بھی مقلد ہے محمد کا

شبِ معراج کیا اُس مقتدا نے مرتبہ پایا
ہوا اشتاق شہرہ قدسیوں میں آمد آمد کا

دکھایا صاف خرقِ والتیامِ ماہ کا عالم
جدا ہو کر ملا کیا نورِ حق سے نورِ احمد کا

رکابوں سے ملیں آنکھیں جھکایا سر کو قدموں پر
ملا جبریل کو رستے میں کیا موقع خوشامد کا

گئے آٹھوں فلک طے دم میں پہنچے عرشِ اعلیٰ پر
قدم آگے بڑھا اُس واقفِ اسرارِ سرمد کا

دکھائی قوتِ بازو کمانِ قرب یوں کھینچی
کہ عالم دونوں گوشوں میں ہوا حرفِ مشدد کا

کہا جو کچھ کہ کہنا تھا سنا جو کچھ کہ سننا تھا
وہی قائل وہی سامع سماں آوازِ گنبد کا

لگایا غوطہ اُس بحرِ حقیقت میں شناور نے
گریباں جزر کا جس میں نہ دامن تھا کہیں مد کا

گئے حضرت پھر آئے حضرت مثلِ گرمیِ نہ بستر کی
قدم تھا ایک ہی گویا درآمد کا برآمد کا

خدا سے جو ملا معراج میں نقدِ عطا اُن کو
دیا اُمت کو عقدہ کھول کر زلفِ معقّد کا

محبت ہے مرے دل میں بھی اس محبوبِ داور کی
اویسِ نیک خو جس طرح عاشق تھا محمد کا

خدایا تو ہے منصف میں احد سمجھا ہوا احمد کو
کہ دیوانہ جو مجرم ہو نہیں ہے مستحق حد کا

نہ دولت کی تمنا ہے نہ حشمت کی ہوس مجھ کو
الٰہی عشق احمد کا الٰہی عشق احمد کا

زیارت کو چلوں یارب پڑے یہ غل مدینے میں
غلام آیا محمد کا غلام آیا محمد کا

کلاہِ فخر پھینکوں چرخ پر جامے سے باہر ہوں
نظر آئے مجھے جلوہ جو اُس روضے کے گنبد کا

بناؤں سرمۂ نازش باندازِ ہر گام اپنی آنکھوں کو
سرِ مشتاق ہو اور آستانہ ہو محمد کا

جبیں سائی کروں ایسی کہ اُس صیقل سے ظاہر ہو
چھپا ہے زنگ میں جوہر جو شمشیرِ مہند کا

ملے کیا لطف جب پہنچوں روضۂ پرنور میں افضل
ریاضِ خلد میں ہو سامنا عیشِ مخلد کا

کبھی لوں شوقِ کامل سے در و دیوار کے بوسے
لگاؤں سرمہ آنکھوں میں کبھی اُس خاکِ مرقد کا

سلیقہ گو نہیں دربار کا لیکن توقع ہے
مجاور رحم کھا کر ڈھب بتا دینگے خوشامد کا

عجب کیا اشک کی صورت گریں تعزیے کے قدموں پر — نکل کر پتلیاں دونوں کہ شوق بوسہ ہے حد کا

کروں میں پوشش تعزیہ جب آنکھ نیچے پردوں — ضیائے دیدہ دل کو چڑھائے نور مرقد کا

نسیم لطف کا جھونکا الٰہی کوئی چل جائے — شگفتہ مثل گل ہو جائے غنچہ دل کے مقصد کا

دعا مانگوں عقیدت سے مجی اور سب کہیں آمین — الٰہ العالمیں صدقہ ضریح پاک احمد کا

سلامت رکھ مرے کلب علیخاں بہادر کو — محمد نام جو ہمنام ہے تیرے محمد کا

زیادہ ہو ترقی اس کا اثر ہا اقبال و دولت کو
جہاں میں اس سے روشن نام ہے اسکے اب و جد کا

قصیدہ در منقبت

کیونکر نہ کروں ملک معانی کو میں تسخیر — خامہ ہے مرا دست ید اللہ کی شمشیر

آئے جو تعلی پہ مری ہمت عالی — دشوار نہیں قلعۂ افلاک کی تسخیر

جو معنی روشن سے وہ ہے غیرت خورشید — سودا نہیں مجھکو جو کروں مہر کو تسخیر

سرکش مری زمی سے کبھی بڑھ نہیں سکتے — لہراب کی شعلے کے لیے بنتی ہے زنجیر

انصاف کی چھوٹے دم انشا نہ رعایت — پروانہ کروں میں قلم شمع سے تحریر

دل صاف زباں صاف سخن صاف ہے میرا — موتی کی لڑی ہے کہ مسلسل مری تقریر

طائر اتر آتے ہیں ٹھہر جاتی ہیں نہریں — داؤد صفت ہے وہ مرے لحن میں تاثیر

عکس آئنے میں میرے اشارے سے ہے گویا — لب میرے جو ہلتے ہیں تو بول اٹھتی ہے تصویر

جا سکتے ہیں کب اڑکے کہیں مرغ مضامیں — وابستہ فتراک ہیں سب صورت نخچیر

شعر اپنے بیاض رخ غلمان پہ جو لکھوں — دے مردمک حور سیاہی پئے تحریر

ہو صاحب معنی تو معانی مرے سمجھے — ہو صاحب توقیر تو جانے میری توقیر

خضر رہ باطن نہ ہے مری غفلت ظاہر — یوسف کی زیارت ہے مرے خواب کی تعبیر

جو بات مرے منہ سے نکل جائے وہی ہو — گویا ہوں زبان قلم کاتب تقدیر

قُم نکلے زباں سے جو مری ہو قسم عیسےٰ
واں جی اٹھے مردے تو یہاں بول اٹھے تصویر

ٹھہرے نہ قدم ایک کا میدان سخن میں
چل جائے اگر میری زباں صورتِ شمشیر

ہوں میں وہ سخنور کہ لکھا نام جو میرا
سجدے کو سرِ لوح جھکا خامۂ تقدیر

سُن سُن کے مجھے گرم طبیعت ہوئے شاعر
ذرّوں نے جو پائی ہے تو خورشید سے تنویر

دیتے ہیں مزہ قدر شناسانِ سخن کو
یہ لفظ یہ معنی ہیں جو مثل شکر و شیر

کہتا ہوں وہ سنتا ہوں جو استادِ ازل سے
ہوں صورتِ طوطی پسِ آئینۂ تقدیر

وہ خسروِ اقلیم سخن ہوں کہ جہاں میں
شہرہ ہے مرا حکم کے مانند جہانگیر

تھے قبضۂ خسرو میں معانی کے جو کشور
سب میں نے کیے تیغ زباں کھینچ کے تسخیر

جب مصحفی و میر پہ تہنیت آئے
تھوڑی سی زمیں دی انھیں اس ملک میں جاگیر

بیچارہ ہوس کیا ہے کہے گا جو قصیدہ
ایسے تو بہت ہیں مرے گلشن میں عصافیر

البتہ مقابل ہیں مرے عرفی و فیضی
پر فرق ہے اتنا میں جواں طبع ہوں وہ پیر

لطف سخن تازہ کہاں اُن کے سخن میں
کہنہ ہو دوا میں تو بدل جاتی ہے تاثیر

ہر نقطہ میں عالم ہے یہاں مردمک آسا
سمجھے نہیں ہیں جن کی نظر میں مری تحقیر

سو طرح کا بخشا ہے مجھے علم خدا نے
قرآں مرا دل ہے تو سینہ مرا تفسیر

روکیں جو خلائق نہ رکے میری طبیعت
پڑتی ہے بھلا پائے نگہ میں کوئی زنجیر

میدان سخن جیت لیے میں نے ہزاروں
بازو ہے قوی جھولتی ہے عرش پہ شمشیر

یہ عز و شرف اُس کی غلامی سے ہے حاصل
جو صاحب قنبر ہے ولا جس کی ہے اکسیر

پیدا جو ہوا بعد میں سبحاں کے تو کیا ہے
تقدیم کی مانع نہیں کچھ لفظ کی تاخیر

محروم نہ انساں نہ زیارت سے فرشتے
تھے آپ زمیں پر تو سرِ عرش تھی تصویر

لے جو تصور رخ پرنور کا دل میں
خامہ کفِ مانی میں ہو شمع شبِ تصویر

پیوستہ وہ ابرو نہیں بالائے رخ صاف
مومن سے ہے مومن سحرِ عید بغلگیر

ابرو ہے حرم چاہِ ذقن چشمۂ زمزم — رخ صورتِ قرآں خطِ شبرنگ ہے تفسیر
وحشی جو کرے دل میں خیالِ گلِ عارض — بلبل کا ترانہ ہو اُسے نالۂ زنجیر
منقوش نہیں کس میں شبیہ رخِ والا — پردے ہیں مری آنکھ کے اوراقِ تصاویر
آئے وہ رخِ پاک نظر خواب میں جس کو — رضواں اسے دے داخلۂ خلد کی تعبیر
افلاک جو اوراق ہوں اشجار قلم ہوں — ممکن نہیں شمّہ بھی ہو اوصاف کا تحریر
کرتا ہوں رقم اور بھی کچھ مطلعِ رنگیں — امید ہے پاؤں چمنِ خلد میں جاگیر
مطلع چھوٹا جو کبھی دستِ مبارک سے کوئی تیر — نسرینِ فلک اوجِ فلک پر ہوے نخچیر
کس روز وہ ظالم کو نہیں دیتے ہیں تعزیر — ہیں تیغ کے جوہر قدمِ تیغ میں زنجیر
کافی ہے فقط خلق نہیں حاجتِ شمشیر — اقلیمِ دلِ خلق اشارے میں ہے تسخیر
ق ہو لطف جو حضرت کا نہ انسان کا معالج — اخلاط میں تفریق عناصر میں ہو تغییر
پانی کی طرح آگ پگھل کر ابھی بہ جائے — گرمی یہ پڑے آب میں ہو آگ کی تاثیر
ق بخشے نہ اگر رنگ اثر حلمِ معلّے — باطل ہو نباتات و جمادات کی تاثیر
گل ہوں کبھی تحریکِ ہوا سے نہ شگفتہ — دے رنگ جواہر کو نہ خورشید کی تنویر
اشیائے جہاں سے جو کریں دفعِ ضرر وہ — زخموں کے لیے مشک میں مرہم کی ہو تاثیر
حکم آپ کا جس روز سے ہے محتسبِ شرع — ہے زخم کے بھی جور کو اندیشۂ تعزیر
ق ہیں عہد میں حضرت کے جو اسلام سے باہر — حاصل نہیں کچھ اُن کو بجز خجلت و تشویر
عزّی و ہبل حکمِ خدا سے ہوں جو گویا — اصنام پرستوں کی کریں آپ وہ تکفیر
عاشق کا دل آزار نہیں غمزۂ معشوق — اس درجہ ہے آوازۂ انصاف جہانگیر
دیوانۂ الفت کا ذرا دل جو کڑا ہے — غل گیسوئے محبوب کرے صورتِ زنجیر
خوں ریزیِ انساں تو ہم کہاں خوف ہے ایسا — سیماب کو کشتہ نہ کریں صاحبِ اکسیر
مظلوم سے ہے نرم یہاں تک دلِ ظالم — پتّے سے شبرنگ سے شیشہ ہے بغلگیر

اڑ اڑ کے جو جسِ پیدہ مردم میں پڑتے ہیں
اس جرم پہ پلکیں ہیں سزا ہوتی ہے تشہیر

کفار ہوں کیا آپ کی شمشیر سے جانبر
ہیں طعمۂ شہبازِ اجل مثلِ عصافیر

پروا نہیں عدا ہیں اگر مثلِ جرارت
مٹتے ہیں مٹانے سے کوئی جوہرِ شمشیر

حضرت کا جو دشمن ہے کہیں سگ سے ہے بدتر
کب بلعم باعور ہے ہم طالعِ قطمیر

پرواز عدو بہرِ عدو مرگِ عدو ہے
جس طرح پہ ہو مور حقِ مور ہے شمشیر

ہو سیرِ مرغ کی جو منظور عدو کو
طوفاں کی طرح غرق کرے قلزمِ تصویر

جینے کی تمنا جو کرے مردود دشمن
قم اس کو مسیحا کا ہو قصاب کی تکبیر

وہ آئینۂ تیغ مصفا ہے کہ جس میں
کفار کو آتی ہے نظر موت کی تصویر

مومن کے لیے ہے یہ کلیدِ درِ جنت
کفار کو جادہ ہے جہنم کا یہ شمشیر

پڑ جائے اگر بحر میں اس تیغ کا پرتو
پیدا ہو ابھی آب میں تیزاب کی تاثیر

کھنچ جائے یہ جب ایک کو دو دو کو کرے چار
زیبا ہے جو اس تیغ کو کہیے مدِ توفیر

پانی میں جو ماہی ہے ہر اک حلق بریدہ
شاید کبھی دریا میں پڑا پرتوِ شمشیر

تیزی ہے طبیعت میں ٹھہرتا نہیں مضمون
کیونکر ہو صفت اسپ سبک خیز کی تحریر

پرواز کرے کاغذِ بادی کی طرح سنگ
نقاش اگر کھینچ دے اس اسپ کی تصویر

کیا ٹھہرے کوئی سامنے اس کے سرِ میداں
ہلنے میں یہ ہے تیر چمکنے میں ہے شمشیر

وہ تیر کہ مشرق سے جو مغرب کو رواں ہو
پہنچے صفتِ گرد نہ خورشید کی تنویر

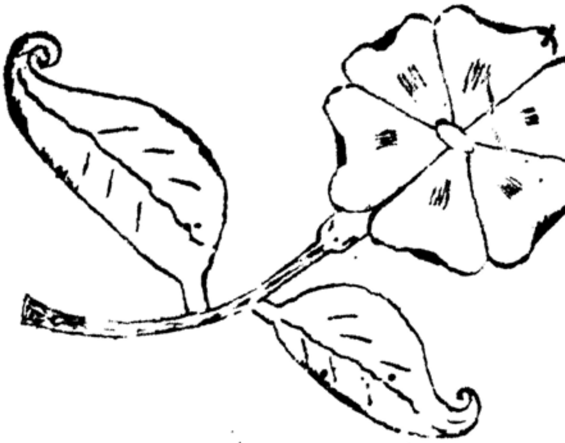
تیزی کا تصور دلِ مجرم میں جو گزرے
ٹھہرانے سے قاضی کے نہ ٹھہرے کبھی تقصیر

تنویرِ جبیں روشنیِ چہرۂ ایماں
گردن کی بلندی صفتِ نعرۂ تکبیر

تعریف کرے کیا یہ امیرؔ آپ کی شاہا
توصیف ہے دریا صفتِ کوزہ ہے تقریر

یا شیرِ خداؑ دستِ خدا بازوِ احمدؐ
میں بھی ہوں تمہارا سگِ در صورتِ قطمیر

ہو روزِ قیامت نظرِ چشمِ عنایت
کوثر کا ملے جام جناں میں ملے جاگیر



قصیدہ در نعت

اے خضر بھول گئی تھی مجھے راہ تنگ و تار
وقت پر آ گئے تم عمر تمہاری ہو دراز

آئی ہر گام جو در پیش رہِ ناہموار
یہ بھی تھا ایک زمانے کا نشیب اور فراز

آبلے آ کے پڑے پاؤں پہ ہر ایک قدم
سوزنِ خارِ مغیلاں کی رہی پا انداز

رحم اللہ کو آیا کہ تمہیں بھیج دیا
شکر کیونکر ہو ادا ہے وہ بڑا بندہ نواز

اب جو حضرت کا طریقہ ہے وہی اے مری
مقتدی کیوں نہ ہو جب آپ بنا ہو پیش نماز

رہنمائی سے تمہاری سرِ منزل پہنچوں
سہل ہو جائے یہ راہِ سفرِ دور و دراز

مہرباں خضر ہوئے مجھ سے کہا کون ہے تو
کس طرف کا ہے ارادہ ہے کدھر روئے نیاز

عرض کی میں نے مسافر ہوں یثرب کا ہے عزم
کشورِ ہند سے ہوں عازمِ اقلیمِ حجاز

حضرتِ خضر بغلگیر ہوئے سن کے یہ بات
کر دیا ذرّے کو خورشید کیا وہ اعزاز

خندۂ زیرِ لبی کرکے ہوئے گرمِ سخن
قصد اپنا بھی وہیں کا ہے مگر بعدِ نماز

تو رواں پیشتر از دشت سے ہو جا قدم
راہ سیدھی ہے ملک ساتھ خدا بندہ نواز

اب نہ رہزن کی ہے دہشت نہ کسی غول کا ڈر
نہ کسی جا کہیں رستے میں نشیب اور فراز

عرض کی میں نے جو فرماں ہو ٹھہر جاؤں کہیں
گو مکاں کوئی سفر میں نہیں جز قصرِ نماز

آپ کے ساتھ چلوں تا نہ رہے کچھ کھٹکا — خارِ دامن پہ مبادا ہو کوئی دشت انداز
خضر بولے کہ نہیں یہ نہیں فرمانِ خدا — کام میں اور بھی مجھ کو نہیں کہنے کے وہ راز
تو نہ کر خوف کہ تائیدِ خدا ہے ترے ساتھ — دم میں پہنچے گا اگر شوق ہے بالِ پرواز
حسبِ فرمانِ خضر میں نے بڑھایا جو قدم — آئی اک جنبشِ مژگاں میں نظر خاکِ حجاز
دور سے روضۂ اقدس پہ پڑا دیدۂ شوق — حبذا روضہ کہ ہے برجِ نجومِ اعجاز
حبذا روضہ کہ ہے مرکزِ پرکارِ فلک — حبذا روضہ کہ ہے عرشِ جہاں پا انداز
نقش وہ نقش کہ خود جس پہ ہے نقاش کو فخر — صنع وہ صنع کہ خود جس پہ ہے صناع کو ناز
در و دیوار سے اس گھر میں برستا ہے یہ نور — ہو روا شرع میں سب کو جو پڑھیں اس کی نماز
باب وہ باب کہ کہتے ہیں جسے بابِ قبول — پردہ وہ پردہ کھلے جس سے سراپردۂ راز
خوشنما حلقۂ در مردمکِ چشمِ پری — یا کوئی خاتمِ انگشتِ عروسِ طناز
روزنوں سے ابھی آنکھوں کو بدل لیں آہو — پر یہ ڈر ہے کہیں مشک کی بو ہو غماز
اس قدر شوق لبِ بام کا رکھتے ہیں طیور — سایۂ مرغ کی ہے مرغ سے اونچی پرواز
چادریں نور کی روضے میں بچھائیں پئے فرش — چرخ نے سیم و زرِ شمس و قمر کرکے دراز
دلِ محمود لیے تیر سے آتا ہے یہاں — پھر جاروب کشی سلسلۂ زلفِ ایاز
جس طرح گردِ سرِ شمع پھریں پروانے — کرتے ہیں اس کے حوالی میں ملائک پرواز
خلد میں حور کا نظارہ اسی کو ہے حلال — مل گیا اس درِ اقدس سے جسے حکمِ جواز
آکے اس روضے کی دیوار پہ چسپاں ہوگا — تھی یہ امیدِ سکندر جو ہوا آئینہ ساز
جانبِ قبلہ ہو جس طرح رخِ قبلہ نما — کعبۃ اللہ کا ہے اس در کی طرف روئے نیاز
آنے روضے میں زیارت کو جسے ہو منظور — کہ در آئینہ ہے روئے بد و نیک پہ باز
قلب ہو جاتے ہیں اس روضے میں ہر عرش سے بری — جس طرح بوتۂ زرگر میں طلا پاکے گداز
لحظہ لحظہ ہے کرامت سے کرامت ظاہر — صبح تا شام ہوا کرتے ہیں لاکھوں اعجاز

کیا مقامِ ادب و ضبطِ نفس ہے کہ جہاں
ہر مجادر کو عجب رتبہ خدا نے بخشا
وصفِ روضہ تو لکھا اب لکھوں معراج کا حال
ذکرِ معراج نے بخشا یہ طبیعت کو عروج
آئے جبریلِ امیں لائے سبک سیر براق
سر سے آنکھوں سے جو رکھا درِ دولت پہ قدم
مدد اے لطف کہ معلوم نہیں رسمِ ادب
بزم سب غالیہ سا پر کہیں خوشبو نہ مشام
دائرہ وہ کہ جیسے دائرہ کہنا ہے خطا
کچھ عجب بزم کہ تھی بزم کے اطلاق سے دور
ہم بغل شانہ سے زلفِ رسا سے لیکن
ہوئی بے ذائقہ و شائبہ حاصل سر دست
وہ سوالات و جوابات کہ جن میں وحدت
کیوں نہ خرسند ہو مرغِ نظر و دیدۂ دل
کیا گلستانِ نزاکت تھی وہ محفل کہ جہاں
نے طلعت تھی نہ شکل کی وضاعت گاہ
کشفِ اسرارِ حقیقت سے بڑھے اور امید
آپ کیا آپ کی امت بھی ہوئی اس میں شریک
سارے عالم میں پھرے آئے گئے لیکن دور
گر یقیں ہو کچھ خدا شک کو نہ دے دل میں جگہ
اور آیا ہے مرے دھیان میں مطلع دلچسپ

توڑ لیے سنگ سے چینی تو نہ نکلے آواز
خسرو شرق کو بھی جس کی غلامی پہ ہے ناز
ہے شبِ رات تو کوتاہ ہے افسانہ دراز
مرغِ مضموں کی ہے بے بال و پری میں پرواز
طے ہوئی چشم زدن میں رہِ دور و دراز
کبر کے سامنے یوں محو ہوا نکتہ طراز
عفو اے نازکی معلوم نہیں طرزِ نیاز
کب زمیں عطر کی رکھتی ہے نشیب اور فراز
نہ حد و سمت نہ انجام نہ اس میں آغاز
عودِ بے مجمرہ و نغمۂ بے پردۂ ساز
نہ کوئی زلفِ مسلسل نہ کہیں دستِ دراز
بوئے بے مادہ عطر و مے شیشہ گداز
ایک ہو جیسے کہ آواز سے مل کر آواز
ہوا اے شاخِ نشیمن جو کہ گوشۂ ناز
گوشِ گل کو بھی گراں طائرِ بو کی آواز
ایک محراب و حرم ایک مصلی و نماز
عقدہ کھل جائے تو ہو رشتۂ کوتاہ دراز
واہ کیا دستِ کرم ہے درِ رحمت ہو باز
نہ گئی گرمیِ بستر اے کہیے اعجاز
عقل رکھتا ہے تو رامی یہ نہ ہو دست انداز
جس کے دو تحت ہیں دو مصرعِ دروازۂ راز

مطلع

ہم سے عشقِ حقیقی نہیں گو عشقِ مجاز
خوب تمثیل ہے یہ قصۂ محمود و ایاز

پاسِ حضرت سے یہ خاطر ہے گنہگاروں کی
حکم ہے حشر تلک بابِ اجابت نہ رہے باز

اولِ عالمِ ایجاد ہے یوں خلقتِ پاک
سورۂ حمد سے قرآں کا ہے جیسے آغاز

رائے عالی کی اصابت کا جہاں میں ہے اثر
ہیں ستون کعبۂ اسلام کے ارکانِ نماز

بزمِ ایجاد میں کیا شکل ہو کوئی اُس کا
روئے پُرنور ہو جب آئینۂ عکس گداز

کون ہے اُس کے سوا واقفِ اسرارِ خفی
کون ہے اُس کے سوا محرمِ خلوت گہِ راز

حکمِ محکم نے یہ اشیا کی بدل دی تاثیر
میل سُرمے کی ہوئی شہپرِ مرغِ آواز

کعبۂ رخسار و دو ابروئے خمیدہ توسیں
مثلِ عمرِ خضر و نوح دو گیسوئے دراز

واقفِ حکمِ شریعت ہوں جو لا یعقل بھی
بلبلیں پھر نہ کبھی باغ میں ہوں نغمہ طراز

زخمہ چھیڑے بھی اگر نشترِ مژگاں کی طرح
صورتِ تارِ نگہ تار نہ دیں کچھ آواز

بزم میں چلنے کی دیتے ہیں جو مطرب ترغیب
ساز کہتے ہیں طبیعت ہے ہماری ناساز

حکم اُس کا ہو تو مثلِ نگہِ چشم ابھی
آئے پھر نغمہ کی طرف منہ سے نکل کر آواز

ذکر میں اُس کے ہے قرآں کی قرأت کا ثواب
سجدہ ہے اُس کے درِ پاک کا کعبے میں نماز

فیض وہ ابرِ کرم سبز جہاں کشتِ امل
بذل وہ بحر کہ ہے غرق جہاں کشتیِ آز

کلکِ قدرت نے جو لکھا ورقِ حصرِ ثنا
جس جگہ چاہیے انجام لکھا واں آغاز

ہو بھلا اُس تنِ پرنور کا سایہ کیونکر
جس کا ثانی ہو عدم جیسے خدا کا انباز

خلد میں پیرہنِ حور رہوں محتاجِ عبیر
تحفہ لے جائیں ملائک نہ اگر خاکِ حجاز

دلِ عشاق سے اُس نقشِ قدم کے آگے
حک ہے نقطے کی طرح نقشِ حسینانِ طراز

دستِ بدعت کی درازی سے ہے ایسی نفرت
حکم ہے خواب میں فتنہ نہ کرے پاؤں دراز

ذاتِ یکتا کو کیا جب سے ضیا بخشِ وجود
آفرینندۂ ہفتاد و دو ملت کو ہے ناز

راستی تنگیِ عالم سے نہ احباب کی جلے
جنتری میں جو کھنچیں تار تو ہوں عمر دراز

جو ریاکار ہیں ظاہر میں فقط تابعِ شرع
پردہ پوشِ حقیقت ہے انھیں ننگِ مجاز

درِ اغیار پہ ساجد ہیں جو اُس در کے سوا
پشت بر قبلہ پڑھا کرتے ہیں کج فہم نماز

یا نبیؐ آپ کے جانے سے سوئے خلدِ بریں
کیا جہاں درہم و برہم ہے درِ فتنہ ہے باز

خندۂ گل میں بھی ہے گریۂ شبنم کی روش
کس قدر گلشنِ عالم کی ہوا ہے ناساز

دیجیے حکم کہ کوتاہ کرے تیغِ غضب
مثلِ گیسوئے بتاں دستِ ستم ہو جو دراز

نہ رہے گردشِ ایام کی یہ نیرنگی
نہ کرے شعبدہ بازی فلکِ شعبدہ باز

پھر وہی خوفِ عدالت سے ہو صحرا پُرخوف
گرگ کو دوستیِ میش ہو سرمایۂ ناز

مرگ چھالا ہو غزالوں کو تنِ شیر کا پوست
آشیانہ ہو کبوتر کے لیے چنگلِ باز

اور دو مطلعِ دلچسپ سناؤں اس جا
مثلِ مقراض کشائندۂ قفلِ درِ راز

مطلع

ہو اگر عہدِ ہمایوں میں وہ فتنہ پرداز
کارِ مقراض کرے سایۂ گیسوئے دراز

خضر کی طرح یہ طاعت کو ملی عمرِ دراز
کہ قضا ہو نہیں سکتی ہے مصلّی کی نماز

دفعِ ظلمت ہے یہاں تک کہ ہے محمود کو خوف
کہیں جاتی نہ رہے ظلمتِ گیسوئے ایاز

آیات اک معجزہ اوروں کو خدا نے بخشا
وہ دیے اور دیے آپ کو ہزاروں اعجاز

جتنے لشکر میں تھے سب ایک طبق سے ہوئے سیر
دعوتِ تنگ ہوئی دستِ مبارک سے دراز

کافروں نے جو نبوت کی گواہی چاہی
سنگ ریزوں نے سرِ دست سنائی آواز

تیغِ انگشتِ مبارک سے ہوا ماہ دو نیم
کس پہ اظہار نہیں شقِ قمر کا اعجاز

مردہ دل جتنے تھے سب زندۂ جاوید ہوئے
قم ہوئی جب دہنِ تنگ سے نکلی آواز

چاہِ بے آب میں فوراً ہوئے چشمے جاری
حبذا معجزۂ آبِ دہنِ شاہِ حجاز

ہیزمِ خشک ہوئی دم میں درختِ سرسبز
کس نے دیکھا نہ تماشائے بہارِ اعجاز

کس فرشتے نے نہ تعلیم سے حصّہ پایا
نام حضرت کا لیا مشکلِ یعقوب کُھلی
یادِ حضرت میں نہ معلوم ہوا صدمۂ درد
چاہِ زنداں میں وہ یوسف کہ کبھی تھے ہمدم
غرق ہونے سے بچی کشتیِ طوفانیِ نوح
کس کی آواز تھی وہ طور پہ بالائے شجر
خاک سے چرخِ چہارم پہ جو عیسےٰ پہنچے
سجدہ آدم کو نہ کس طرح فرشتے کرتے
یا نبی آپ کی تعریف کہاں ممکن ہے
عرض کرتا ہے یہ اب عطفِ عناں کرکے امیر
بختِ برگشتہ عدو خلقِ زمانہ بے رحم
سوزشِ غم نے دیے ہیں مجھے داغ پہ داغ
گرمِ افغاں وہ مرا دل ہے کہ جس باغ میں ہے
بائی پانی ہے مرے موے مژہ کے آگے
داغِ سودا جو سویدا کی طرح ہے دل میں
ایک میں کیا کہ زمانے میں سوا غم کے ہے کیا
بہتے ہیں ذرِ ولادت کی طرح نزع میں اشک
ید طولیٰ ہے مرے بخت کو کوتاہی میں
آپ چاہیں تو یہ سب عقدۂ دشوار ہوں حل
ایک مدت سے ہوس ہے کہ زیارت ہو نصیب
اب ذرا دردِ جدائی کی نہیں تاب مجھے

کس پیمبر کے نہ حامی ہوے سلطانِ حجاز
ہجرِ فرزند تھا ہر چند بہت صبر گداز
گو کہ تھی مدتِ بیماریِ ایوبؑ دراز
بطنِ ماہی میں وہ یونسؑ کہ کبھی تھے دمساز
جب ہوا کوہِ وقار آپ کا لنگر انداز
لن ترانی کی جو موسیٰ نے سنی تھی آواز
فیضِ حضرت سے ملا اُن کو یہ اوجِ تک و تاز
صلب میں اُن کے تھا نورِ شہِ کونین نواز
بحر آ جائے سبو میں یہ ہے کس میں اعجاز
میں تو اک ذرہ ہوں خورشید ہو تم ذرہ نواز
آفتیں لاکھ ہیں میں ایک فلک فتنہ طراز
شمع کی طرح ہوا ہوں ہمہ تن سوز و گداز
زلب برگ نہ غنچے کا دہن بے آواز
موجِ دریا کی طرح زلفِ عروسانِ طراز
مردمِ دیدۂ محمود ہے یا خالِ ایاز
جو ہے جور و ستمِ چرخ سے ہے شکوہ طراز
الم انجام زمانے کا الم ہے آغاز
جس طرح دستِ خدا رزق رسانی میں دراز
سر سے ٹلجائے بلائے فلکِ شعبدہ باز
سرمۂ دیدۂ مشتاق کروں خاکِ حجاز
آتشِ شوق مرے سینے میں ہے صبر گداز

بیٹھتا ہوں سرِ رہ روز اس امید پہ میں
کہ کوئی قافلہ جاتا ہو اگر سوئے حجاز

میں بھی ہمراہ چلوں اُن کے بصد شوق و ادب
سر سے آنکھوں سے کروں قطعِ رہِ عجز و نیاز

روضۂ پاک میں پہنچوں تو یہ حاصل ہو شرف
میرے طالع کی قسم کھائیں جو ہیں واقفِ راز

سرمہ وہ خاکِ قدم کا مری آنکھوں میں لگے
صاف مانندِ نگہ ہوتی ہے جس سے آواز

آپ کے فیض سے پیدا ہو یہ بیتابیِ دل
جلوہ گر شاہدِ معنی ہوں کھُلیں وہ راز

موقعِ طول نہیں قفلِ خموشی ہے ادب
ختم اس بات پہ ہے بس سخن اے بندہ نواز

گرم جس روز کہ ہو محکمۂ روزِ جزا
کیجیے اپنی شفاعت سے مجھے بھی ممتاز

کیا عجب ہے یہ قصیدہ جو پہنچ جائے وہاں
شوق میں آکے کرے مثلِ کبوتر پرواز

قصیدہ

ٹوٹتا دہر سے ہو کس طرح نہ دل مایوس
کہ چار دن کی یہ مہماں ہے مثلِ شرمِ عروس

کسی کے سر پہ جو پھرتا ہے چتر یاد کے روز
میں جانتا ہوں یہ ہے رقصِ مستیِ طاؤس

قیام کی کسے امید ہے رہے نہ رہے
یہ عمر راہِ ہوا میں ہے شمعِ بے فانوس

زوالِ نعمتِ الواں کی وہ رہی ہے خبر
عبث عبث نہیں ملتی کس کفِ افسوس

اُلٹ کے دیدۂ اعمیٰ ہے ساغرِ جمشید
پلٹ کے جامِ گدائی ہے تاجِ کیکاؤس

بڑھے جو سن تو گھٹے اور مثلِ شعلۂ شمع
اس انجمن میں ہے کیا جز ترقیِ معکوس

نہیں ہے تنگیِ بزمِ جہاں سے جائے ادب
کہ جسمِ شمع سے چسپاں ہو جامۂ فانوس

ہوا ہے دامنِ منعم سے مدعا یہ خشک
زمیں پہ گر کے نہیں ہوتی آبرو محسوس

حکیمِ دہر ہے لیکن ہے بے تمیز حکیم
نہیں غبی کو صحیح و مریض تک محسوس

اگر حباب کو دہر کا ہو علاجِ ورم
کرے طلا تنِ ماہی پہ مل کے مغزِ فلوس

مقام اس کا ہو کاجل کی کوٹھری تجویز
کوئی مریض کرے گر شکایتِ کابوس

دوائے ثقلِ سماعت نہیں بتاتا ہے
کہ گوشوارہ پئے گوش چاہیے ناقوس

دوائے تپ کوئی چاہے تو یہ بھرے دم سرد
دکھائے نبض جو کوئی ملے کفِ افسوس

غذا مریض جو پوچھے کہے کہ غم کھاؤ
یہ وہ غذا ہے نہیں جس کو حاجتِ کیموس

شناخت ایسی کہے زرد چوب کو چکھ کر
مقامِ شک نہیں اصلا یہی ہے اصل السوس

زمانے ... طب میں جو کہ کر جاہل
کہے ہزار فلاطوں ہزار بطلیموس

نئی زبان ... میں لغت نئے معنی
سوائے کچھ نہ کہے رہت مطلبِ قاموس

حکیم کیا ہے بلا ہے غضب ہے آفت ہے
بدن میں ایک پڑا انا لباسِ دقیانوس ہے

کسی کی قدر کا منصب کہ منصبِ دستار
جھکے جو فکر میں سر ہو ترقیِ معکوس

کہاں سخن کوئی شیریں بجز ترش روئی
مقدموں کو کھٹائی میں ڈالتا ہے عبوس

فنا ہے ... اس کے کھلی ہوئی ہے یہ بات
کہ حضرتِ ملک الموت کا ہے یہ جاسوس

دراز دست ... ہے غوغا زمانے کا
ہزاروں چاک کیے اس نے پردۂ ناموس

جو چھیکے قافلہ راہی ہو رہزنوں سے کوئی
کہے یہ بانگ جرس سے کہ جلد ہو جاسوس

کسی کو غنچۂ عروسی ہے تختۂ تابوت
کہیں ہے عقد کی شب بیوہ کوئی تازہ عروس

سوے ... ہے بیگانے ایسے دنیا دار
جہاد راہِ خدا جانتے ہیں قتلِ نفوس

بہانے طفل کو زنجیر و طوق سنت کے
اسی بہانہ سے بے جرم کو کرے محبوس

شریف خوار زبوں قدر ہے کمینوں کا
کہ شمس ذرہ ہے چمکے ہیں مثلِ شمس شموس[1]

گمان ہے زاغ کو میں بھی ہوں بلبلِ شیراز
زغن کو زعم کہ میں ہوں جوابِ طوطیِ طوس

جو جنگلے کہتے ہیں ہم بھی ہیں بادشاہ حبش
بنا ہے شاہِ جہاں تاج رکھ کے سر پہ خروس

زمانہ داغے آئے گرم کر کے آہنِ تیغ
طلب کرے کوئی زخمی اگر پرِ طاؤس

دہانِ گور کا لقمہ ہوا تنِ لقمان
اجل کے دام نے کھلا بھنس کے جالینوس

ہمیشہ خاصِ خدا پائمالِ ظلم رہے
عیاں ہے قصۂ اصحابِ کہف و دقیانوس

[1] شموس بفتحِ اول وضمِ ثانی بمعنی سرکش و بدخو ۱۲